

# اعتقادات امامية

توحيد

عدالت

نبوت

امامت

قيامت

رهبت ...

ناشر: مکتبۃ السیّد علی بن ابي طالب مؤذن سرگودھا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رسالہ شریفہ

# اَعْتِقَادَاتُ الْاِمَامِيَّةِ

فی

## ترجمہ الرسالة النلییة

تصنیف ثنائیف

فخر الاولین والآخرین رئیس المحدثین عالم ربانی حضرت علامہ محمد باقر المجلسی الامامیہ فی اعلی اللہ مقامہ

ترجمہ و تفسیر

صدر المحققین علامہ شیخ محمد حسین نجفی صاحب قبلہ مجتہد العصر صدر مآثر علمائے شیعہ (رجسٹرڈ) پاکستان

تعریف و تقریظ

شیخ الاسلام علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ سربراہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ

تقریض و تقدیم

جناب مولانا سید حسین عارف صاحب نقوی ایم، اے

مکتبة السبطين

طبع و نشر

۲۹۶/۹ - بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا

## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب : اعتقادات امامیہ فی ترجمہ الرسالة الیئلیہ  
 تصنیف : علامہ محمد باقر المجلسی علی اللہ مقامہ  
 ترجمہ و تحشیہ : علامہ شیخ الحاج محمد حسین نجفی قبلہ مجتہد العصر  
 طبع و نشر : مکتبہ السطین ۳۹۶/۹ - بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، ہرگودھا  
 من اشاعت : ۲۰۰۶ء  
 کمپوزنگ : محمد مجتبیٰ  
 اشاعت : ہار سوم  
 قیمت : ۴۰ روپے  
 فون نمبر : ۰۳۸-۳۳۱۷۱۶۱

## باسمہ تعالیٰ

یہ رسالہ شریفہ و اعجازیہ منیقہ اعتقادات امامیہ در ترجمہ رسالہ لیلیہ اس دیدہ زیب اور دلکش شکل و ہیئت میں مومنین کے مدت سے مشتاق ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے یہ جناب مستطاب الحاج چوہدری محمد اقبال صاحب آف اسلام آباد کے مخلصانہ تعاون کا ثمرہ ہے جناب موصوف نے اپنے والدین شریفین کے ایصال ثواب کی خاطر اس عجلہ منیقہ کی طباعت و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ دعا ہے کہ خداوند عالم آپ کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کے والدین شریفین کی مغفرت فرمائے اور آپ کو پیش از پیش اس قسم کے کارہائے خیر کے انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ بجاہ النبی وآلہ

(وانا الاحقر محمد حسین نجفی بقلمہ سرگودھا)

۱۵ مئی ۲۰۰۶ء

## فہرست

| صفحہ نمبر | عنوان                            | نمبر شمار |
|-----------|----------------------------------|-----------|
| ۶         | تقریظ                            | ۱۔        |
| ۷         | مقدمہ                            | ۲۔        |
| ۱۲        | اور کچھ مترجم کے بارے میں        | ۳۔        |
| ۱۶        | گفتار اولین                      | ۴۔        |
| ۱۹        | اعتقادات الہامیہ                 | ۵۔        |
| ۲۴        | ضرورت وسیلہ                      | ۶۔        |
| ۲۹        | ضرورت حدیث                       | ۷۔        |
| پہلا باب  |                                  |           |
| ۳۷        | معرفت توحید کا بیان              | ۸۔        |
| ۴۱        | تکلیف شرعی کا بیان               | ۹۔        |
| ۴۴        | قضا و قدر کا اجمالی بیان         | ۱۰۔       |
| ۴۵        | قرآن پر ایمان رکھنے کا بیان      | ۱۱۔       |
| ۴۶        | ملائکہ پر ایمان رکھنے کا بیان    | ۱۲۔       |
| ۴۷        | حلول اور اتحاد کا بیان           | ۱۳۔       |
| ۴۷        | روحیت باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ | ۱۴۔       |
| ۵۳        | ضروریات دین کا بیان              | ۱۵۔       |

| نمبر شمار | عنوان   | صفحہ نمبر |
|-----------|---|-----------|
| ۱۶۔       | عصمت نبی و ائمہ کا بیان                         | ۵۷        |
| ۱۷۔       | تفویض کی نفی کا بیان                            | ۵۹        |
| ۱۸۔       | تسلیم و رضا کا بیان                             | ۶۱        |
| ۱۹۔       | ملائکہ کا مقدس تذکرہ                            | ۶۶        |
| ۲۰۔       | عصمت ملائکہ کا بیان                             | ۶۸        |
| ۲۱۔       | نثار قبر کا بیان                                | ۶۸        |
| ۲۲۔       | جنت و جہنم کا بیان                              | ۷۰        |
| ۲۳۔       | شفاعت نبی و ائمہ کا بیان                        | ۷۳        |
| دوسرا باب |   |           |
| ۲۴۔       | کیفیت عمل کے بیان میں                           | ۷۷        |
| ۲۵۔       | نیت کی حقیقت کا بیان                            | ۸۰        |
| ۲۶۔       | حقیقی معلم کی تلاش                              | ۸۸        |
| ۲۷۔       | اسرار الصلوٰۃ کا بیان                           | ۹۲        |
| ۲۸۔       | ادعیہ جات                                       | ۹۵        |
| ۲۹۔       | صوفیوں کی غلط روش پر تنقید                      | ۹۹        |
| ۳۰۔       | نوافل اور نماز تہجد کا بیان اور کچھ زریں ہدایات | ۱۰۲       |
| ۳۱۔       | بعض اذکار و اورادِ مسنونہ کا بیان               | ۱۰۳       |
| ۳۲۔       | زریں ہدایات                                     | ۱۰۸       |



## تقریظ صداقت حلیطہ سرکار علامہ مفتی جعفر حسین قبلہ مدظلہ

سربراہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ دسر پرست مؤتمر عطاء شیعہ پاکستان

باسمہ سبحانہ

رسالہ لیلیہ مجدد ملت جعفریہ آیۃ اللہ مجلسی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے جو عقائد صحیحہ اثناء عشریہ پر مشتمل ہے اس کا ترجمہ علامہ الحجۃ مولانا محمد حسین صاحب قبلہ اہواء اللہ للعلم والدین نے فرمایا ہے اور اس پر مفید حواشی بھی تحریر کیے ہیں۔

ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اس سے استفادہ کرے اور اسے اپنے عقائد کی بنیاد قرار دے کیوں کہ یہی مذہب شیعہ کے صحیح عقائد ہیں جو اقوال و آثار ائمہ سے مستحکم ہیں۔

(مفتی جعفر حسین گو جرانوالہ)

مجدد ملت جعفریہ علامہ محمد باقر مجلسی اعلیٰ اللہ مقامہ و رفع فی الخلد اعلامہ کا رسالہ اعتقادات الامامیہ کتب اعتقاد یہ میں ایک خاص مقام رکھتا ہے، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو زبان میں شائع ہو جناب علامہ الحجۃ مولانا محمد حسین صاحب دام علاہ نے اس کا ترجمہ فرمایا اور اس پر توضیحی حواشی بھی تحریر کیے۔

اب اس کی دوسری بار اشاعت کا بیڑہ ثالث النیرین جناب سید محمد ثقلین صاحب کلمی دام مجددہ جنرل سیکری ادارہ تبلیغ شیعہ اسلام آباد نے اٹھایا جس میں مولانا موصوف نے حواشی میں مقدمہ اضافہ بھی کر دیا ہے جس سے کتاب کی افادیت و اہمیت بڑھ گئی ہے۔

توقع ہے کہ یہ اشاعت بھی سابقہ اشاعت کی طرح مقبول خواص و عوام ہوگی اور مومنین اسے اپنے معتقدات و نظریات کی بنیاد قرار دیں گے۔

مفتی جعفر حسین۔ گو جرانوالہ

۲۹ فروری ۱۹۸۰ء (بار دوم)

## مقدمہ

محقق اسلامیات جناب مولانا سید حسین عارف نقوی ایم اے اسلام آباد

تمام فرق اسلامیہ میں سے شیعہ ہی ایک ایسا فرقہ ہے جس کے جملہ عقاید و اعمال کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں، شیعوں کے علاوہ اگر کوئی اور دعویٰ کرتا ہے تو وہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اس کے لیے کوئی عقلی یا نقلی دلیل فراہم نہیں کی جاسکے گی۔ یہ شیعہ ہی ہیں جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

يَا عَلِيُّ اَنْتَ وَ شِيعَتُكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

”اے علی! تو اور تیرے شیعہ ہی قیامت کے دن کامیاب و کامگار ہوں گے۔“

غالباً اسی وجہ سے جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جیسے شیعوں کے دشمن کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ”شیعہ اولیٰ ما مستقیم“ یعنی حقیقت میں شیعہ ہم اہل سنت ہی ہیں لیکن جب روافض اور زید یہ نے اپنے آپ کو شیعہ کہلوانا شروع کر دیا تو ہم نے (اتهام سے بچنے کیلئے) اہل سنت کہلوانا مناسب سمجھا۔ ہمارے قارئین یہیں سے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کون سے جن افراد نے اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کر کے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خطوط لکھے تھے وہ دراصل کون تھے؟ کیوں کہ بقول محدث دہلوی مرحوم ”شیعہ اولیٰ ما مستقیم“

صرف مذہب شیعہ ہی میں مُردے کو دفنانے سے پہلے اور دفنانے کے بعد تلقین پڑھی جاتی ہے، تلقین کیا ہے؟ شیعہ عقاید کا تذکرہ، تاکہ مُردہ اور زندہ دونوں عقاید کو سن لیں اور سمجھ لیں، وہ شیعہ عقاید کیا ہیں؟ جو تلقین میں موجود ہیں سنئے:

(۱) اَللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهُ رَبِّيْ

(۲) مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نَبِیِّ



(۳) الْإِسْلَامُ دِينِي

(۴) الْقُرْآنُ كِتَابِي

(۵) الْكُفَّةُ قَبْلَتِي

(۶) امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ اِلٰی الْمُحِبَّةِ الْمُنْتَظَرِ اَمَعِی

(۷) مَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ

(۸) إِنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ

(۹) سَوَالٌ مُنْكَرٌ وَنَكِيرٌ لِي الْقَبْرِ حَقٌّ

(۱۰) أَلْبَسْتُ حَقٌّ وَالْقَبْرَاطُ حَقٌّ

وَالْمِيزَانَ حَقٌّ وَتَطَائِرُ الْكُفْبِ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ

وَإِنَّ السَّاعَةَ آيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَنْتَقِثُ مَنْ لِي الْقُبُورِ

یہ ہے شیعی عقائد کی مختصر فہرست، باقی تمام وہ باتیں جن کا اس میں واضح ذکر نہیں وہ ماجاہد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آجاتی ہیں اس لیے یہ کسی بھی شیعہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی کا بھی انکار کرے کیونکہ ایسا کرنا دین سے خروج اور بغاوت ہوگا۔ اصطلاحاً ایسے شخص کو مرتد کہا جائے گا اور اگر اسلامی حکومت ہو تو مرتد کی سزا قتل ہے، اس کی تفصیلات کتب فقہ میں مل سکیں گی۔

البتہ شیعوں کے علاوہ جو دیگر فرقے ہیں ان میں تو حید سے لیکر قیامت تک اور نماز سے لیکر جہاد تک بعض عجیب و غریب خلاف عقل و نقل باتیں ملیں گی مثلاً دیوبندی حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے علاوہ باقی سب مشرک ہیں لیکن وہ خود امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی کے رسالے ”یکروزی ص ۱۲۵ پر صاف موجود ہے۔“ خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں جو ”فتاویٰ رشیدیہ“ کے نام سے مشہور ہے ص ۳۵ طبع دہلی پر صاف لکھا ہے کہ: ”امکان کذب بائین معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مثلاً فرعون سے وعدہ ادخال نار کا کیا ہے مگر

ادخالِ جنتِ فرعون پر بھی قادر ہے۔“

حالانکہ سورۃ زمر میں صاف موجود ہے:

وَاللّٰهُ لَا يُخْلِفُ الْمِعْثَادَ۔ ”وعدہ کیا اللہ نے اور نہ خلاف کرے گا اللہ اپنے وعدے

کے۔“ یا بخاری شریف میں یہ الفاظ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا قدم جہنم میں ڈال دے گا۔

اور شرح ”فدا کبر“ طبع کراچی ص ۱۴۸ کے یہ الفاظ قابل غور ہیں: لَقَدْ لَقِلْنَا

الامام ابی حنیفہ قال رأیت رب العزت فی المنام تسعاً و تسعين مرة لم راه مرة

أعزى ليام الجانّة

”یعنی حضرت امام ابو حنیفہ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو خواب میں سو مرتبہ دیکھا۔“

امام ابن تیمیہ نے جو اصل حدیث اور دیوبندی دونوں کے مقتدا ہیں کا کرسی پر بیٹھ کر یہ

کہنا کہ خدا بھی اسی طرح کرسی پر بیٹھا ہے جس طرح میں بیٹھا ہوں اور اس کی کرسی بھی اسی طرح

پوں پوں کرتی ہے جس طرح میری اس سے باسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا توحید حقیقی

سے کہاں تک تعلق ہے؟

ان باتوں کو کہاں تک احاطہ تحریر میں لایا جائے، مختصر اشیعہ ان نظریات کو توحید ہاری

تعالیٰ کے منافی سمجھتے ہیں اور جب توحید ہی کا یہ عالم ہے تو

نشیہ اول چون نہد معمار کج

تا ثریا می رود دیوار کج

شیعوں کے علاوہ کوئی اور فرقہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے عادل ہونے کو تو قائل ہی نہیں،

اصول دین و ایمان میں عدل شیعیت کی پہچان ہے۔ اہل حکومت (?) نے عدل خداوندی کو کیوں

چھوڑا؟ ذرا مولانا شبلی کی زبانی سنئے وہ اپنی کتاب ”علم الکلام“ ص ۲۵ طبع کراچی پر تحریر فرماتے ہیں:

”اختلاف عقاید کے اگرچہ یہ سب اسباب فراہم تھے لیکن ابتداً پالیسی سے یعنی ملکی

ضرورت سے ہوئی، بنی اُمیہ کے زمانے میں چونکہ سقا کی کا بازار گرم رہتا تھا، طبیعتوں میں شورش

پیدا ہوئی لیکن جب شکایت کا لفظ کسی کی زبان پر آتا تھا تو طرفدارانِ حکومت یہ کہہ کر اس کو چپ کرا

دیتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کی مرضی سے ہوتا ہے، ہم کو دم نہیں مارنا چاہیے۔

”امنا بالقدیرِ خیر بہ و شرہ“

نبوۃ کے بارے میں تو مخالفین شیعہ نے عجیب عجیب روایات گھڑ لیں، مثلاً بخاری و مسلم میں ہے ”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یکنذب ابراہیم علیہ السلام الا ثلاث کذبات“

”حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی میں صرف تین جھوٹ پورے۔“

لیکن جب اللہ تعالیٰ محدث ہونے پر قادر ہے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو نبی ہی ہیں!! اس قسم کی روایات شیعوں کے مخالفین کی کتب میں بے شمار ہیں، مناظرہ مقصود نہیں صرف حقیقت کا انکشاف مطلوب ہے۔ درپھر حضرت عمرؓ کے آخری وقت میں جو حضورؐ کے متعلق فرمایا، اسے احاطہ تحریر میں لانے کی ضرورت نہیں، رہے امیر المؤمنین علیہ السلام یا مخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین تو ان کے بارے میں امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ شرح فقہ اکبر طبع کراچی ۱۴۸ پر ان لفاظ میں موجود ہے

”والد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانا علی الکفر ہذا رد علی من قال ابھما مانا علی الا یمان“

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریعت نے کفر پر وفات یہ اس پر رد ہے جو کہتا ہے کہ انہوں نے ایمان پر وفات پائی۔

ربا مسئلہ امامت تو یہ تو اپنی تمام صفات کے ساتھ شیعیت کے ساتھ مخصوص ہے رہے غیر شیعہ تو بخاری شریف میں موجود ہے

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص اپنے امیر میں کوئی برائی دیکھے اور اس سے ناگواری محسوس کرے اسے صبر سے کام لیتا چاہیے کیونکہ جو شخص بالشت بھر بھی جماعت سے باہر ہوا اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اور اسی بخاری و مسلم میں موجود ہے

”نافع کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن مطیع کی طرف آئے، یام ۷ء میں یزید بن معاویہ کے زمانے میں جب لوگ یزید کی بیعت توڑ رہے تھے۔ عبد اللہ بن مطیع نے کہا کہ حضرت ابن عمر کے لیے حکم لادو۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا میں تمہارے پاس بیٹھنے کیلئے نہیں آیا بلکہ تمہیں تو ایک حدیث سناتے آیا ہوں کہ میں نے رسول اللہ سے خود سنا ہے کہ جو شخص اطاعت امیر سے ہاتھ کھینچے گا یعنی اس کی بیعت توڑ دے گا، قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے آئے گا تو اس کے پاس تخت اور نہ ہاں نہ ہوگی اور جو شخص مر گیا درآں حالیکہ اس کی گردن میں امیر کی بیعت نہیں وہ جہالت کی موت مر گیا۔“

چلے حضرت امیر حسین پر تو جو توہی عام کرنا تھا کر دیا مگر عبد اللہ بن زبیر تو صغار صبیہ میں سے ہیں اور اگر امیر بی کافہ م بھی صحیح ہے تو ان کی کیا پوزیشن ہے؟

اسی طرح آپ کی سنیں شیخ کے تمام اصول و عقائد کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ زیر نظر کتاب لیلیہ حضرت علامہ حافظ محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، مجلسی علامہ ان معنوں میں نہیں ہیں جن میں یہ لفظ آج کل ہر کس و نا کس کے لیے استعمال ہو رہا ہے بلکہ بقول مرحوم مرزا محمد حاکمی ”علامہ معطلح است دریں کہ جامع علم منقول و معقول باشد“

”علامہ مجلسی ۱۰۳۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۱۰ھ میں انتقال فرما گئے۔ آپ ستر ستر کتابوں کے مؤلف و مصنف ہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب ”بحار البیہ“ کے آپ ہی جامع ہیں۔ یہ کتاب حال ہی میں ایران میں سوچ سوچ کر شائع ہوئی ہے۔ کتاب کا خط ہر دو باطن دیدہ زیب ہے۔ علامہ مجلسی نے اپنی اس کتاب میں دیگر کتابوں کی طرح ہر قسم کی صحیح، ضعیف حسن و غیرہ احادیث کو درج کر دیا ہے اس لیے اس فن کا ماہر ہی براہ راست اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔

نہ ہر کہ سر ہر اشد قلندری دانند

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ مجلسی کے زمانے میں بھی شیعوں پر اسی طرح، التزام تراشی کی جاتی تھی جس طرح آج کل، آپ صحیح عقاید اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس کتاب کے مطالعہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے زمانے میں صوفیا حضرات اسلامی عقاید سے ہٹتے جا رہے تھے اور انھوں نے بعض من گھڑت اور ادوونہی کثف کو اصل دین سمجھا ہوا تھا۔ کچھ اسی طرح جیسا کہ آج کل ہمارے ملک میں بعض نام نہاد صوفیا کر رہے ہیں مزارات پر بعض ایسے افعال شیعہ اور ہے جن کا شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مزارات کہ جنھیں دیکھ کر آخرت یا دانی چاہئے تھی یہ عجیب اتفاق ہے کہ وہاں جا کر آخرت بھول جاتی ہے۔

کچھ مترجم کے بارے میں:

اس کتاب کا ترجمہ حضرت علامہ استاذ العلماء فاضل الاسلام مولانا الیچ محمد حسین صاحب قبلہ نجفی دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے۔ مولانا موصوف قوم کے جٹ ہیں اور اعلیٰ شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں جہا یں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، والد کا نام تاج الدین تھا، ابتدائی تعلیم ۵۰ ویں کلاس تک دیاوی مدرسہ میں پائی پھر دین پر علم دین کا غلبہ ہوا اور ایک شیعہ دینی مدرسہ محمدیہ ملایہ بن گیا نہ ضلع سرگودھا میں داخلہ لیا جہاں حضرت مولانا علامہ سید محمد یار شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے سامنے رالوئے تلمذ تہہ کیا اور بدھ رج نہ ضلع جمشک میں استاذ العلماء مولانا محمد باقر صاحب نقوی مرحوم سے کسب فیض کیا ۱۹۵۳ء میں اقبیری طور پر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۰ء تک کثف شرف میں رہ کر دینی تعلیم کی تکمیل کی وہاں کے اساتذہ میں آیہ اللہ سید جواد تبریزی، آیہ اللہ سید ابوالاعلیٰ بزرگاری، آیہ اللہ محسن الحکیم اور حضرت آیہ اللہ برکاتہم العالیہ صاحب قائل ذکر ہیں۔

آپ نے حسب دستور دیئے ہوئے عنوان پر عربی زبان میں رسالہ لکھا اور یوں درجہ تخصص کو بھی طے کر لیا۔ تخصص کے لیے ہماری زبان میں ”علامہ“، ”ذا کثر“ اور ”پی ایچ ڈی“ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں جب وطن مراجعت فرمائی تو اس وقت مرکزی دینی درس گاہ دارالعلوم محمدیہ سرگودھا کے مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے، ۱۹۷۱ء تک برابر گیارہ سال اس خدمت کو بحسن و خوبی سرانجام دیتے رہے، بعد ازاں بوجہ چند در چند استعفیٰ پیش کر دیا، اس کے بعد سے آپ کو پھر کئی مرتبہ اس عہدے کی پیشکش کی گئی مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اب آپ نے ۴۲

کنال ۸ مرلے زمین سرگودھا میں حاصل کی ہے جس پر جامعہ علیہ سلطان المدارس الاسلامیہ تعمیر ہو رہا ہے اور برابر منازل ترقی طے کر رہا ہے اور مومنین کرام خصوصی توجہ فرما رہے ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے مؤلف اور مترجم ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

۱۔ رسالہ اصلاح المحافل والمجالس۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس رسالے پر بہت سے دے ہوئی اس رسالے کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں تیسرا ایڈیشن اسلام آباد سے فاضل نوجوان مولانا سید محمد فہمیدین صاحب کاظمی مدظلہ، نے اس رسالے کی تلخیص کی صورت میں افادۂ عام کیلئے شائع کرایا ہے۔

۲۔ احسن الفوائد فی شرح العقائد

حضرت شیخ صدوق کی کتاب اعتقاد یہ کی اردو شرح ہے عقلی اور نقلی استدلال سے ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔

۳۔ اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ۔

احسن الفوائد فی شرح العقائد کے ایک باب پر جو تفویض پر مشتمل ہے پر بعض شیخی خیالات کے افراد نے علوم اہل بیت سے نفی داس ہونے کی وجہ سے اعتراضات کیے تھے، یہ کتاب ان کے جوابات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں شیخیوں کے مقابلے میں شیعہوں کی ترجمانی کی گئی ہے۔

۴۔ اثبات الامامت:

اس کتاب میں ائمہ، ثناء عشر علیہم السلام کی امامت کو نصوص کتاب و سنت کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔

۵۔ سعادة المذاریب فی مقتل الحسين:

مستند واقعات کر بلا پر مشتمل ہے، کیا ہی بہتر ہوتا اگر اس کتاب میں واقعات کر بلا کے عادل یعنی شامد کی روایات بھی قلمبند کردی جاتیں تاکہ اس مقدمے کو عدالت میں لے جانا آسان ہو جاتا۔



پیر قمر الدین صاحب سیالوی نے شیعوں کے خلاف ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام ”مذہب شیعہ تھا۔“ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیر صاحب کو شیعیت تو خیر، بچے گھر کے بارے میں بھی کچھ علم نہیں۔ یہ کتاب اس کی رد میں لکھی گئی ہے۔

۷۔ تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت:

”آفتاب ہدایت“ کرم دین صاحب طلع چکوال کی تالیف ہے، جو شیعوں کے خلاف انتہائی دل آزر، نادر میں لکھی گئی ہے مولوی کرم دین صاحب مسکا بریلوی حنفی تھے۔ ”سیف الملوک“ کے مولف محمد بخش کھڑی شریف متوفی ۱۹۱۱ء نے ایک کتاب ”ہدیۃ المسلمین“ دیوبندیوں کے خلاف لکھی تھی، اس کتاب پر مولوی کرم دین صاحب آف بھین کی تقریظ بھی شامل ہے چنانچہ آپ کی تقریظ کے اشعار یہ ہیں؟

ہوا اک فرقہ پیدا کچھ دنوں سے نہ جو مد باطن، خبیث اور بدزباں ہے  
وہ کہلاتے ہیں ’لامذہب‘ دہلی، لاہور، گمراہ گروہ خدیاں ہے،  
سماں مشو ہیں بننے اپنے منہ سے، بنا فرعون ہر اک بے سماں ہے  
(”ہدیۃ المسلمین“ ص ۱۲۲)

مجھے اس وقت کرم دین صاحب کے مذہب سے بحث نہیں کرنی ان کا مذہب تو  
”تذکرہ علمائے اہل سنت“ اور ”تاریخ احمدیت“ جلد ۲ میں دیکھا جاسکتا ہے بلکہ بتانا یہ ہے کہ ان  
کے صاحبزادے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے بڑی ذہنائی سے ”آفتاب ہدایت“ کے  
جدید ایڈیشن میں اپنے والد کو دیوبندی مسلک کا تابع لکھ دیا ہے۔

”تجلیات صداقت“۔ ”آفتاب ہدایت“ کا جواب باصواب ہے جو چکوال ضلع جہلم  
سے انجمن حیدریہ کے نوجوان کارکن جناب سید نیر حسین صاحب نقوی نے شائع کی ہے۔ البتہ  
قاضی مظہر حسین نے اس کتاب پر مختصر تبصرہ بھی کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ اور تجلیات صداقت  
کے اگلے ایڈیشن میں اس تبصرہ پر بھی تبصرہ کیا جا چکا ہے۔

۸۔ ”قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ“:

یہ کتاب انشاء اللہ بہت جلد فقہی ابواب پر مشتمل شائع ہونے والی ہے۔ (بفضلہ تعالیٰ کئی بار طبع ہو چکی ہے)

ان کتب کے علاوہ ”تحفۃ اثناعشری“ کا جواب، ردِ مرزا بیت پر ایک کتاب اور فقہ جعفریہ و فقہ حنفیہ کا تقابلی مطالعہ کے عنوان سے بھی ایک کتاب زیرِ تالیف ہے۔ اُمید خاطر ہے انشاء اللہ جلد منصفہ قصود پر آ جائیں گی۔ ”مسئۃ المرید“ کا ترجمہ بھی مولانا نے کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا کے سینکڑوں مضامین مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ تمام اسی کام ایسی حالت میں کیا ہے کہ سال میں شاید صرف ماہ رمضان المبارک ہی میں گھر بیٹھتے ہیں باقی تمام وقت تقاریر کے سلسلے میں صرف ہو جاتا ہے۔ پاکستان کا شاید ہی کوئی ایسا علاقہ ہو، جہاں اس مردِ مجاہد کی آواز نہ پہنچی ہو، کچھ ایسوں نے ذکر کیا کچھ مخالفین نے، گزشتہ دو سالوں سے انگلینڈ مجالسِ محرم و حِلْم کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔

کیا ہی بہتر ہوتا اگر اب علامہ مولانا محمد حسین صاحب قرآن و قرآنیات اور حدیث کی طرف متوجہ ہوں کیوں کہ اردو زبان میں شیعوں کے ہاں مزیحچران موضوعات پر بہت کم ہے۔

احقر العباد سید حسین عارف نقوی اسلام آباد

۳ جمادی الاول ۱۴۰۰ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۸۰ء۔

۱۔ بحمد اللہ حضرت موصوف اپنی شری ذمہ داریوں سے آگاہ ہیں اور قرآن مجید کے ترجمہ و حاشیہ کے علاوہ دس جلدوں میں ایک تفسیرِ عدیم الظہیر فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن بھی مکمل کر لی ہے جسکی آٹھویں جلد پریس سے باہر آگئی ہے۔ اور حدیث میں مشہور کتاب و مسائل الفہیہ کا ترجمہ و حاشیہ بنام مسائل الشریعہ ہیں جلدوں میں مکمل کیا جو برابر چھپ رہا ہے نیز حدیث قدسی کے موضوع پر بھی ایک جامع کتاب بنام کواکب مضیئہ در احادیث قدسیہ بھی شائع کی ہے علاوہ برائیں سال بھر کے اعمال و عبادات اور زیارات کے موضوع پر بھی ایک مکمل کتاب بنام زاد العباد لایوم العاد چھپ رہی ہے۔ اور بفضلہ یہ سلسلہ بدستور جاری و ساری ہے۔

ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ (ناشر)۔

باسمہ سبحانہ

## گفتار اولین

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَىٰ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

آج قوم شیعہ عقائد کے جس نحران میں جلا ہے اور جس بڑے آشوب دور سے گز رہی ہے وہ بموجب ”عیوں راجہ ہاں“ کسی تشریح و توضیح کا محتاج نہیں ہے۔ آج افراطی اور اناری عام ہے اور مرکزیت و تحقیق کا فقدان ہے۔ آج ذاتی خیالات اور عقلی اختراعات و قیاسات کا نام دینی اعتقادات اور مذہبی ایمانیات رکھا جاتا ہے۔ جہالت مرآبہ کا یہ عالم ہے کہ ہر شخص اپنی عقل اپنی کو ”معرفت“ کا نام دیکر خود عارف المعارف کہہ کر دوسروں پر تقصیر و کوتاہی کا الزام عاید کر رہا ہے اور ہر آدمی شتر بے مہار کی طرح اپنی ذاتی پسند و ناپسند کو حق و باطل کا معیار قرار دے رہا ہے، یہ نتیجہ ہے اس بڑی روش و رفتار کا کہ عامۃ الناس صرف جاہل ذاکرین یا عام غیر ذمہ دار مبلغین و مقررین سے عقاید و حقائق و معنی میں حاصل کرنے کے عادی بن چکے ہیں اور سمجھنا سے عام سنی سنائی باتوں کو وحی منزل کا درجہ دیتے ہیں اور ان کو عقلی و فکری تنقید کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے اور علوم و ہنر کی روشنی میں علماء و اعلام کی لکھی ہوئی کتب کلامیہ ان کی نظروں سے و محفل ہیں کیونکہ عوام الناس کی ان تک رسائی نہیں ہے اور نام نہاد اکثر خواص ان کے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، ان حالات میں ہم بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان ناگفتہ بہ حالات کی اصلاح کا احسن و عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اپنی قوم کے سامنے

علم عقاید و کلام میں اپنے علماء اعلام کی نکلی ہوئی علمی و تحقیقی کتابوں کے اردو میں تراجم و خلاصے پیش کیے جائیں تاکہ طالبانِ رشد و ہدایت کے لیے حق و حقیقت کا دروازہ کھل جائے اور دوسرے عام لوگوں پر بھی اتمامِ حجت ہو جائے۔

لیہلک من ہلک عن ہینہ و بھی من حی عن ہینہ

چنانچہ کچھ عرصہ پہلے ہم بفضل اللہ تعالیٰ رئیس المحدثین حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے لکھے ہوئے، عقائدِ شیعہ کا ترجمہ اور اس کی محققانہ مفصل شرح ”احسن النواہد فی شرح العقائد“ کے نام سے قوم و ملت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اور وہ کتاب جو اللہ تعالیٰ قبول عام کی سند و اہم حاصل کر چکی ہے اور چونکہ وہ جزی طہنیم اور علمی و تحقیقی کتاب ہے نیز قدرے مفصل اور جامع مضامین پر مشتمل ہے اور ہر شخص کی ذہنی سطح اس قدر بلند نہیں کہ اس سے کما حقہ استفادہ کر سکتے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ تمام عقاید امامیہ اثنا عشریہ کا مختصر مگر جامع خاکہ بعض اساطینِ مذہب کے قلم سے پیش کیا جائے تو اس سلسلہ میں ہماری نظر انتخب مرآۃ المذہب و ہدیین، قرۃ العظمیٰ و المعما، الرجا، النہج، العالم الرجا فی حضرت علامہ محمد باقر مجلسی الاصفہانی علیہ السلام کے رسالہ شریف ”معارف“ پر رسالہ بیتہ اعتقاد یہ پر پڑی جو باوجود مختصر ہونے کے تمام بنیادی عقاید و معارف و زندگی گزارنے کے رہنمائی اصولوں پر مشتمل ہے۔ سرکارِ علامہ بھی کچھ ایسے ہی حالات سے دوچار تھے، جن حالات سے ہم دوچار ہیں۔ سرکار نے درحقیقت کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ حضرت علامہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ یہ وہی سرکارِ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ ہیں جن کے مذہبی دینی خدمات جلیلہ کے پیش نظر شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ”تخذ اثنا عشریہ“ میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ ”اگر بنامند دین شیعہ را بدین مجلسی ہر آئینہ در محل خواہ بود“ (اگر مذہب شیعہ کو مجلسی کا مذہب کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔)

بہر نوع ہماری تازہ پیشکش اسی رسالہ جلیلہ کا رواں دواں اور مطلب خیز ترجمہ ہے جو بجا مفید حواشی سے مزین و مرصع ہے۔ ہمیں اپنی قوم کے علم و مذہب دوست طبقہ سے رجاء

وائق و اُمید کامل ہے کہ ہماری اس تازہ علمی پیشکش کو بظرف استحسان و اعتناء دیکھیں گے اور اس کو وہ مقام دیں گے جس کی وہ مستحق ہے۔ واضح رہے کہ علماء متقدمین میں رئیس المحدثین حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ عدیم المثال عالم دین ہیں اور علماء متاخرین میں فواہی بخارا نا نوار حضرت علامہ مجلسی عدیم الظہیر فاضل متین ہیں ہم نے دونوں بزرگواروں کے محنت شاقہ سے اللہ سبحانہ کے قرآن اور چہارہ معصومین علیہم السلام کے کلام حق ترجمان کی روشنی میں پیش کردہ عقائد اسلام و ایمان ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں تاکہ عوام اور خواص پر حجت تمام ہو جائے تاکہ کل فروائے قیامت کوئی بد عقیدہ آدمی کوئی عذر و بہانہ پیش نہ کر سکے اور ہم پر عقائد و افکار میں جدت و وحدت کا الزام نہ لگا سکے واللہ من وراء القصد۔

و اما لاحقر محمد حسین النجفی عفی عنہ

۲۵ فروری ۱۹۸۰ء بمطابق

۸ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

تاریخ نظر ثانی برائے طبع ثالثہ

۳ اگست ۲۰۰۵ء ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ

یروز بدھ بوقت پونے چار بجے دن

والحمد للہ

## رسالة الاعتقادات للعلامة المجلسي عليه الزحمة

## اعتقادات الامامية في ترجمة الرسالة الاليتية

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي سهل لنا  
سلوك شرنع الدين و اوضح  
اعلامه و بين لنا مذهب اليقين  
فماكمل بذلك عبدا النعماء و خصنا  
بسيّد النبائه و نخبه اصفيائه  
فاستقلنا به من شفا جرف  
الهلكات و بصّرنا به طريق الارتقاء  
على اعالي التدرجت و اكرمنا باهل  
بيت بيّه سادات البشر و شفعاء  
يوم المحشر لنور قلوبنا بانوار  
هدايتهم و شرح ضلورنا باسوار  
محبتهم صلوات الله عليهم ابد  
الابددين و لعة الله على اعدائهم  
اجمعين و اما بعد فيقول المشتاق  
الي ربه الغافر ابن محمد ثقي  
محمد باقر اوتيا كتابهما يميناً و

بسم الله الرحمن الرحيم

و به يستعين و نصلي و نسلم على رسوله  
الكريم و اله الطاهرين و نعن على اعدائهم  
اجمعين من يوم عداوتهم الي يوم الدين بل  
اندا الابددين و دهر الداهرين

۱۔ بعد اسر کار غلامہ مجلسی علیہ الرحمہ خطبہ  
مسنونہ کے (جد جو کہ حمد حد و ثناء مصطفیٰ اور  
اہل بیت کے عہد کی پر مشتمل ہے) فرماتے ہیں کہ  
اپنے رشتہ خدیر کی رحمت و مغفرت کا مشتاق محمد  
باقر ہیں (فاضل) محمد تقی (مکات) خداوندوں  
باپ بیٹے کا نامہ احوال ان کے واسطے ہاتھ میں  
دے اور ان کا حساب کتاب فرمائے، کہتا ہے  
کہ مجھ سے اس شخص نے خواہش کی جسے  
خدائے رحیم نے رشد و ہدایت کے راستوں  
کے طلب کرنے کی رہنمائی فرمائی ہے اور  
جس کے دس و دماغ میں قیامت کا خوف و دہشت  
فرمایا ہے کہ میں اس کے لیے وہ چادہٗ رشد و  
ہدایت واضح و آشکار کروں جو خدائے رحمن  
نے (ازراہ لطف و امتنان) سہ پہ آشوب زمانہ



میں مجھ پر واضح دعوں کیا ہے، جس میں  
 نوگوں پر (حق کی) راہیں مشتبه اور ہلاکت  
 گاہیں تیرہ و تار ہو گئی ہیں اور شیطان اپنے  
 راستوں پہنے ری طرح مسلط ہو گیا ہے، چنانچہ  
 وہ ان کو چھاپا ہلاکت میں ڈال رہا ہے، اور اس  
 نے اور اس کے جتنی وانسی عون وانصار نے لقمہ  
 والوں کے راستے پر ڈیرے ڈال دیئے ہیں اور  
 ان کو ادھر ادھر بھٹکا رہے ہیں اور ان کی  
 نظروں میں بدعت و منکرات کو حق و حقیقت  
 کے سہارے میں پیش کر رہے ہیں، ان علامات  
 میں مجھ پر واجب تھا کہ میں اس کے لیے (بلکہ  
 بہ حساب رشد و ہدایت کے لیے) حق اور  
 نہایت کو روشن شانوں و واضح دلیلوں اور غیر  
 بہم بیانیوں کے ساتھ نکھوں کریاں کروں،  
 مگر چہ (ایسا کرنے سے) مجھے بدعتی اور گویوں  
 کے فرعونوں سے (ذاتی قصاص و ریاں کا) خطرہ  
 دامن گیر ہے، (مگر اللہ حق کے سلسلہ میں  
 مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے)

میرے دینی بھائیو! اچھی طرح ذہن نشین  
 کر لو کہ میں تمہیں نصیحت کرنے میں کسی  
 قسم کی کمی و کوتاہی نہیں کروں گا، اور جو کچھ  
 حق و صدق مجھ پر ظاہر و آشکار ہوا ہے اس کے  
 اظہار میں کسی قسم کی پہلوئی نہیں کروں گا،

حوسباً حساباً بسمو انہ قدسلسلی  
 بعض من ہداه اللہ الی طلب  
 مسالک الحق والرشاد و اودع لہ  
 غوف المعاد ان ابین لہ ما ہدائی  
 اللہ تعالیٰ الیہ من طریقۃ النجاة فی  
 هذا الزمن الہدی اشعبہ علی الناس  
 الطریق و اظلم عنہم المسالک و  
 استعوز الشیطن علی اولیائہ  
 فأوردہم المہدک فصب الشیطن  
 و احرابہ من الحق و الاس علی  
 طریق السالکین الی اللہ فحرفہم  
 یمنیاً و شمالاً و سولوا لہم علی ماث  
 الحق بدعة و ضلالاً فوجب علی ان  
 ابین لہ مسالک الحق و النجاة باعلام  
 نيرة و دلائل و اصح و ن کنت  
 علی وجل من فراعۃ اهل البدع و  
 طغیانہم.

فاعلمو یا اخوانی انی لا  
 اخوکم نصحاً و لا اطوی  
 عنکم کثعاً فی بیان مآظہر لی

من الحق و ان و غمت منه  
المراغم و لا اخاف في الله  
لومة لائم.

گرچہ یہ حقائق بعض لوگوں کو ناگوار ہی  
کیوں نہ گزریں کیوں کہ میں خدا کے معاد  
میں کسی حلاوت کرنے والے کی ملامت کی  
پر واضح نہیں کرتا

سرکار محمد و آل محمد کا مقدس تذکرہ:

يا اخواني لا تدھو شمالاً و  
يميناً و اعلمو يقيناً ان الله تعالى  
اكرم بيته محمدا و اله سلام الله  
عليهم ففضلهم على جميع خلقه و  
جعلهم معادن علمه و حركته فهم  
المقصودون في ايجاد عالم الوجود  
المخصوصون بالشفاعة الكبرى و  
المقام المحمود و انهم وسائط  
في مرض الله تعالى في هذه النشأة  
و النشأة الاخرى اذ هم القابلون

برادران ایمانی! ادھر ادھر نہ بھگو اور  
ہاتھیں جان تو کہ سرکار محمد و آل محمد علیہم  
سلام کی عزت و عظمت اور مجدد کرامت کا یہ  
عالم ہے کہ خداوند عالم نے ان کو اپنی تمام  
خلق پر انصاف و برتری عطا فرمائی ہے اور ان  
کو اپنے علم و حکمت کا خریں و رقرر دیا ہے۔  
یہی وہ ذات مقدسہ ہیں جو اس عالم وجود کے  
بچاؤ و تہیق کا مقصود و اصلی ہیں اور یہی ذات  
عاید الشفاعة کبریٰ و مقدم نمود کے ساتھ  
مخصوص ہیں اور یہی نفوس زاکیہ عالم انیا اور  
عالم آخرت میں جہاں تک خداوند عالم کے  
فیض و برکات کے (بچنے) کا وسیع ذریعہ ہیں  
کیونکہ یہی برر گوار (جاء واسط فیوض الہیہ اور

اور یہی اس گنہگار مترجم و شارح کا مسلک اور نظریہ ہے جس پر اس کی زندگی کے تمام  
امیوں و افعال، افکار و نظائر اور اس کے جسم لیل و نہار شاہد صادق ہیں، گویا کہ کوئی بات نہیں  
اسے نکار چکا کہ کہہ رہا ہے۔

خدا رکھے سراں پر قوم کے سایہ ترا دایم  
کے چا حلاوت میں لا خوف من لومة لائم

(منہ غنی عنہ)

رحمت اللہ علیہ کے قبول کرنے کی ہمت و  
بیاض رکھتے ہیں، پھر ان کے توسط و طفیل سے باقی  
موجودات پر رحمت ایزدی کا فیضان ہوتا ہے۔

طلب حاجت کے وقت (یعنی اس سے پہلے  
اور اس کے بعد) ان حضرات پر درود و سلام  
بھیجنے اور ان کے ساتھ تونس حاصل کرنے میں  
ایسی حکمت پوشیدہ ہے۔ کہ دعا مستجاب ہو جائے  
اور مقصد برآری ہو جائے کیونکہ ان پر درود  
و سلام بھیجنے کی درخواست تو کبھی رد نہیں ہوتی  
کیونکہ مبداء (ذات اقدس) فیاض و جواد ہے  
اور مخل (یہ ذوات مقدسہ) قابل ہے  
(پھر درخواست منظور کیوں نہ ہو، اور یہ بات ذات  
حدیث کے شایع شہان نہیں ہے کہ دعا کے ابتدائی  
اور انتہائی حصہ کو قبول فرمائے اور درمیانی حصہ

للمیوض الا لہیۃ والرحمات  
القدسیۃ و بتوسطہم (و بطفیلہم)

تفیض الرحمة علی مائر  
الموجودات و ہذہ الحکمة فی  
لزوم الصلوۃ علیہم و التوسل  
بہم فی کل حاجۃ لا رہ ادا صلی  
علیہم لا یرد

لان المبدأ فیاض و المحل  
قابل و ہوکتہم تفیض علی  
الداعی بل علی جمیع الخلق

۱۔ بعض فاسد العقیدہ لوگ سرکارِ علامہ مجتبیٰ علیہ الرحمۃ کے مذکورہ بالا کلام کو بموجب  
تاویل القول مارا بریضی بہ قائلہ، اپنے اس عقیدہ باطلہ کی تائید میں پیش کیا کرتے ہیں کہ انہ  
اظہار کے واسطہ فیض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ "یہ ذوات مقدسہ خدا سے لیتے ہیں اور بندوں کو  
دیتے ہیں" یا یہ کہ "یہ بزرگوار خلق و رزق میں واسطہ آئے خداوندی ہیں۔ یعنی ان کے ہاتھ سے  
خدا خلق و رزق کا کام انجام دیتا ہے۔" حالانکہ اگر سرکارِ علامہ کے اس پورے کلام میں معمولی  
سہا بھی غور کیا جائے تو یہ بات راہِ روشن کی طرح واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ ان ذوات مقدسہ  
کے واسطہ فیض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات باعین مخلوق موجودات و مخلوق عالمی ممکنات  
ہیں یعنی خداوند عالم نے ثنی سے ثنی تک اور عرش سے فرش تک جو کچھ پیدا کیا ہے وہ سب ان  
کی برکت اور ان کے طفیل پیدا کیا ہے یعنی اگر خداوند عالم کو ان ذواتِ قادرہ کا پیدا کرنا  
مقصود نہ ہو تا تو کائنات کی کوئی بھی چیز کس عدم سے نکل کر عرصہ وجود میں کبھی قدم نہ رکھتی

کو رد کر دے) اور ان کی برکت کا فیضان نہ صرف اس ذمہ کرنے والے پر بلکہ تمام مخلوق خدا پر برابر جاری و ساری ہے۔ نہ کورہ بالا مطلب کو تمہارے ذہن نشین کرانے کیلئے میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ فرض کرو ایک ٹردی یا کوئی جاہل بد جو کسی قسم کے کرام و احرام کے لائق نہیں ہے، بادشاہ کے دروازے پر حاضر ہو اور بادشاہ اس کا کرام و احرام کرے، اس کے لیے دسترخوان بچائے اور اس پر مختلف انواع و اقسام کے کھانے پائے تو عقلائے روزگار اس بادشاہ کو کم عقل اور سخی الزمے قرار دیں گے، بخلاف اس کے اگر وہ یہ سارا انتظام و اہتمام اپنے کسی خاص مقرب ہار گاہ یا اپنے کسی درجہ یافتہ یا کسی امیر کبیر کے لیے کرے اور پھر کھانے کے وقت کوئی ٹردی یا بدو آکر کھانے میں شریک ہو جائے۔ بلکہ اگر ایسے موقع پر ایسے ہزاروں آدمی بھی آکر اس میافت میں شامل ہو جائیں (اور ان کو روکا نہ جائے) تو یہ بات بادشاہ کے لیے قابل تعریف سمجھی جائے گی اور

امثل لکم مثلاً تفریباً الی  
المہامکم مثلاً اد جاء کر دی او  
اعرابی جاہل غیر مستاہل  
للاکرام الی باب السلطان

فامر له السلطان بسط  
الموائد و انواع الکرم و العوائد  
یسبہ العفلاء لی فتنۃ العقل و  
سخرافۃ الزوالی بحلاف ما ادا  
بسط ذالک لا حد من مقربی  
حضرتہ او وزرائہ او امرائہ فاجاہد  
فحصر الکردی او الاعرابی نمک  
المائدۃ فلاکل بکون مستحسناً  
بل لواکل مہ آلا ف امثالہ بعد

جیسا کہ سرکار ملام نے بادشاہ اور بدو کی حیثیت و ملی مثال سے اس مطلب کی پوری پوری وضاحت کر دی ہے اور اس سے علامہ مرحوم کی حوض والی تمثیل کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔ (جو سرکار موصوف نے ذرا آگے چل کر پیش کی ہے) اس سے بطور استعارہ اصل مقصد ان حضرات کا علیحدہ علیحدہ ممکنات ہونا ثابت کرتا ہے و بس اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ یہ

من جمیل الکرم بل رہا بعد منہ  
فیہا

اس کے سخاوتی کارناموں میں شمار ہوگی، بلکہ  
ایسے موقع پر ایسے حقیر لوگوں کو روک دینا  
قابلِ ملامت فعل سمجھا جاتا ہے۔

وایضاً کما فی غایۃ

ضرورت و سبیلہ و فلسفہ بشریت انبیاء  
چونکہ ہم نوگم طبی کائناتوں کی وجہ سے  
خداوند قدس (جو کہ تجر دو لطافت کے آخری  
درجہ رفیعہ پر فائز ہے) کی سادہ قدس سے  
بہت دور ہیں اور ہم جیسی حقیر اور عزت و

البعث عن حساب قدسہ و حریم

ملکوتہ و ما کما مرتبطین بساحۃ

بزرگوار عبادت پختہ در کلق کو دیتے ہیں، یعنی کلام عالم کو خود چلاتے ہیں اور خلق و ررق میں  
خدا کے آیت و ہوت ہیں۔ یہ مطلب بالکل اطل و اطل ہے چنانچہ عالم جمیل آقائے سید  
عبدالحسین اپنی کتاب "الکلم الخبیب" جلد ۱ ص ۹۱ طبعی صنفیہاں پر لکھتے ہیں۔

"واسطہ فیض ہوں ہاں معنی کہ خدا کیگزند و خلق مدہند چنانچہ بعضے گمان کر دہ اندر دست  
نیست نہ تھا دلچسپہ بر سئے اثبات اس مدعا دارند بلکہ اولہ بر خلاف اس قائم است و اس عقیدہ  
باتوحید افعال متناہات دارد۔" یعنی امر اظہار کا ہاں معنی واسطہ فیض ہونا کہ خدا سے لیتے ہیں اور  
خلق کو دیتے ہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے درست نہیں ہے۔ عا دہ اس کے کہ اس  
مطلب کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس نے بر خلاف دلائل قائم ہیں یہ عقیدہ توحید  
افعال کے منافی ہے۔ "سید احمدیہ مولانا سید حسین لکھنوی نے "حدیثہ سلفیہ" جلد ۳ ص ۹۱ طبع  
لکھنؤ پر واسطہ فیض معنی نہ کر کی نلی کو ضروریات دین سے قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "نلی  
واسطہ فی الخلق از ضروریات دین است" اور اسی جلد کے ص ۸۷ پر اس عقیدہ کا باطلہ کو کفر قرار  
دیا ہے۔ "در روایات و دیگر آثار است کہ قرآن آکہ واسطہ کفر است" ان حقائق کی روشنی میں  
 واضح و آشکار ہو گیا کہ ان ذوات عالیہ کے وسیلہ واسطہ ہونے کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ وہ طبع  
غائی ممکنات و اصل مقصود کائنات ہیں اور ان کے توکل و طفیل سے ہر گاہ الوہیت میں دعائیں  
قول و عبادات مقبول و حاجات پوری ہوتی ہیں اور انھی کے صدقہ سے اہل عالم کو اللہ کی سرکار  
سے سب کچھ مل رہا ہے۔ (منہ عنی عنہ)

عزہ و جبروتہ فلا بدان بکون  
 بس و بیس رہا سفراء و حجب  
 ذروا جہات قدسیہ و حالات  
 بشریہ بکون لہم بالجہات الاولی  
 ارتباط بالجاب الاعلیٰ یاخذون  
 منہ الحکم و بکون لہم بالجہات  
 الثانیہ منسبۃ للخلق یلقون انہم ما  
 اخذوا عن ربہم فلما جعل اللہ  
 تعالیٰ سفرائہ و ابیانہ ظہرا من  
 جنس البشر و باطناً مابینا عنہم  
 فی اطوارہم و اخلافہم و نفوسہم

عظمت سے تہی دست اور فقیر مخلوق کا براہ  
 راست) اس کی بارگاہ عزت و جبروت سے  
 کوئی ربط و تعلق نہیں ہے اس لیے عقلاً ضروری  
 ہے کہ امارے اور امارے اس عظیم پروردگار  
 کے درمیان کچھ ایسے سفیر اور وسیلے ہوں جو  
 دو طرفے رکھتے ہوں یعنی جہات قدسیہ و روحانیہ  
 اور حالات بشریہ و انسانیہ دونوں رکھتے ہوں تا  
 کہ پہلی جہت (قدسی و روحانی) کی بناء پر ذات  
 عدیت سے ان کا رابطہ قائم ہو اور اس سے  
 حکام و مصالح حاصل کر سکیں اور دوسری جہت  
 (بشری و انسانی) کی بناء پر عام مخلوق سے مناسبت  
 رکھتے ہوئے انہیں اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا  
 سکیں، اسی حکمت کے پیش نظر خالق حکیم نے  
 اپنے ان سفیروں اور نبیوں کو بظاہر انسانوں کی  
 قسم سے بنایا مگر یہ طس خالق و اطوار اور نفوس و  
 قاعدیت میں ان سے ممتاز و مہاکم قرار دیا۔

۱۔ شیخی عقیدہ لوگ اپنے اس خانہ ساز نظریہ طالعہ کے سرکار محمد حبیبہم السلام کی نوع انسانی  
 نوع سے جدا گانہ ہے، کو سہارا دینے کیلئے سرکار علامہ مجلسیؒ نے یہاں لکھا ہے کہ یہ  
 عبارت بھی پیش کیا کرتے ہیں، حالانکہ اگر یہ نظر عدل و انصاف دیکھا جائے تو صاف نظر  
 آتا ہے کہ اس عبارت کو ان لوگوں کے اس غاصد عقیدہ کے ساتھ کچھ بھی ربط و تعلق نہیں  
 ہے بلکہ اس کا صاف و صریح ملبوم یہ ہے کہ یہ ذوات مقدسہ گو ہیں تو انسان مگر اپنے مخصوص  
 روحانی کمالات و رفعت کی بنا پر دوسرے قدم لوگوں سے ممتاز ہیں اور اس بلندی  
 مقام و رفعت میں کوئی بھی انسان ان کا شریک نہیں ہے جیسا کہ درجات و مقامات میں اس قدر  
 تفاوت ہے کہ ہم خاک ہیں تو وہ اکسیر، ہم پتھر ہیں تو وہ گوہر ہم سنگ خدا ہیں تو وہ پارس، ہم



|                              |   |
|------------------------------|---|
| و قابلاتهم فہم مقدسوں        | ہیں یہ وہ مقدس روحانی بر گوار ہیں جو کہتے |
| روحانیوں فانیوں انما انا بشر | ہیں کہ "ہم تم جیسے بشر ہیں" تاکہ ان کی    |
| منکم لئلا یسفر عنہم اہنتہم و | آمت ان سے نفرت نہ کرے بلکہ ان سے          |
|                              | مانوس ہو اور اس سے (احکام) قبول کرے       |

ذرا ہیں تو وہ "تہہ ہم جاہل میں تو وہ عالم، ہم ناقص ہیں تو وہ کامل، ہم مثل قاب ہیں تو وہ جان عالم اس بات کا کوئی بھی علی ایمان اعتقاد نہیں رکھتا کہ وہ انسان ہوتے ہوئے تمام حالات، صفات اور کیفیات میں مکی عالم انسان جیسے ہیں بلکہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ باطلاق جمیع ممکنہ علماء تمام لوازم عالم میں سے انہیں اشرف اور انسانی ہے اور یہ بر گوار ای علی اشرف نوع کے افضل و اکمل افراد ہیں اس لیے یہ تمام کائنات علمی و عقلی اور ارضی و سماوی سے اشرف و علی و افضل ہیں، اسی مطلب کو سرکار عالم نے "بہار النور" جلد ۵ ص ۱۱ طبع قدیم پر بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ بشریت ایماء کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

فاحب و الفاضل حکمتہ لباللہ ان یعرف حلقہ بالروحانہ و یعصوہ بہ و لم یکن ذلک ممکنا الا بارسال الرسل لہ لہ تمہد من کماں علوہ و نہایۃ سفوہ و الاحتاط درجۃ المکلفین و جہنم و عجزہم عندا حمل یسہ و یس خفہ سفرہا بقیض علیہم من جہۃ کمالہم و بقیضوا علی الخلق من جہۃ مشربہم و محاسنہم الخ

یعنی خدا کی حکمت ہالہ نے چاہا کہ اپنی مخلوق کو اپنی توحید کی سحر کی کرے تاکہ وہ اس کی توحید کے قائل ہو سکیں اور یہ امر، سبوں کے بھیجے بغیر ممکن نہ تھا کیونکہ وہ جہاں و رفعت اور عزت و عظمت کے "حرے بلند مرتبہ پر قائم ہے" اور مخلوق بجز قصور اور جہل و نادانی کے انتہائی پست درجہ پر ہے اس لیے اس نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان کچھ ایسے سیر مقرر فرمائے ہیں جن کے (روحانی) کمال کی وجہ سے خدا ان پر (احکام کا) فیضان کرتا ہے اور وہ اپنی بشریت اور جہالت کی وجہ سے (ان احکام و اوامر کو) بگوں تک پہنچاتے ہیں، اس بیان پر التمرہاں سے واضح و عیان ہو گیا کہ اس امتیاز و مباہلت سے صفات و کمالات میں صراحت مراد ہے نہ کہ

|   |  |
|---|--|
| <p>یَقْبَلُوْا مِنْهُمْ وَاَنْسُوا بِهِمْ لَكُنْهُمْ<br/>         مِنْ جَنْسِهِمْ وَشَكْلِهِمْ وَ اَلَيْهِ<br/>         يَشِيْرُ قَوْلُهُ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مُلْكًا<br/>         لَجَعَلْنَاهُ بَشَرًا وَّ لَلْبَشَا عَلَيْهِمْ مَا<br/>         يَلْبَسُوْنَ۔</p> | <p>کیونکہ وہ (انبیاء و اوصیاء) اسی (آئندہ) کی قسم<br/>         سے ہیں اور اسی کی شکل و صورت پہ ہیں۔<br/>         خداوند عالم کے اس ارشاد میں اسی مطلب کی<br/>         طرف اشارہ ہے کہ اگر ہم کسی فرشتہ کو نبی<br/>         بناتے تو بھی مرد بنا کر بھیجتے۔</p> |
|---|--|

ذات و ماہیت میں، نیز مخفی نہ رہے کہ سرکار علامہ یاد مگر عدہ اہل علم کے کلام میں رد شدہ لفظ  
 جنس سے اس کے لغوی معنی (قسم) مراد ہیں نہ کہ منطقی معنی کمالاً بخصی علی مائۃ ادبی العالم  
 بکلام العلماء الاعلام، و لفرض یہ کہنا کہ ان ذوات مقدسہ کی نوع انسانی نوع سے جدا ہے، یہ  
 نظریہ قرآن کریم، تعلیمات معصومین، مسندت عقل سلیم اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے اس  
 لیے یہ عقیدہ رکھنا موجب مذمت و گمراہی ہے۔ اس قاسد نظریہ کے ایجاد و اختراع کا سہرا شیخ احمد  
 احسانی کے سر ہے جو تمام شیعہ مراجع عظام و فقہائے کرام کے نزدیک خالص بھی ہے اور مفضل  
 بھی، اس مسئلہ کی تمام تفصیل دیکھنے کے خواہشمند حضرات ہادی کتاب "اصول الشریعہ فی  
 عقائد الشیعہ" کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عقلی حد)

اور اسی بیان سے اس مشہور روایت کی تفسیر بھی ممکن ہے جو عقل کے متعلق وارد ہے۔ (جس میں مذکور ہے کہ خالق اکبر نے عقل کو خلق کرنے کے بعد فرمایا، آگے بڑھ تو وہ آگے بڑھی پھر فرمایا پیچھے ہٹ تو وہ پیچھے ہٹ گئی، اُس وقت خدا نے عقل سے خطاب کر کے فرمایا: ”میں نے تجھ سے بڑھ کر کوئی مکرم و معزز مخلوق خلق نہیں کی، میں تیرے درجے سے ہی جڑا و سزا دوس گا۔ (سول کافی وغیرہ)

پس طور کہ عقل سے پیغمبر اسلام کی ذات و ان صفات نرا دلی جائے در آگے بڑھنے کے علم سے مقصد یہ ہے کہ وہ فضل و کمال اور قرب و وصال کے بلند مراتب حاصل کریں اور پیچھے ہٹنے کے علم کا مطلب یہ ہو کہ وہ اس اعلیٰ مرتبہ و مدارج پر قائم ہونے کے باوجود لوگوں کی تکمیل و تزکیہ کے لئے پست درجہ کی طرف متوجہ ہوں اور ممکن ہے کہ خدا کے اس ارشاد کا اشارہ بھی کی طرف ہو کہ خداے تہاری طرف ایک رسول مقرر کیا ہے جسکی یہ منازل آنحضرت کو ان کے اس بلند و بالا مقام سے جس کا نہ کوئی نبی مرسل تحمل ہو سکتا ہے اور نہ ملک مقرب اتار کر مخلوق کے ساتھ بود و باش اختیار کرنے پھر اس کو مانوس کر کے راہ راست پر لانے اور اس پر چہانے کے پست درجہ پر لا کھڑا کرنے سے کتنا یہ ہے اور ادا امر و احکام کے علاوہ دیگر فیوض و برکات اور

و به ممکن تفسیر الخبر المشهور فی العقل بان یکون المراد بالعقل نفس النبی و امره بالاقبال عبارة عن الطلب الی مراتب الفضل و الکمال و القرب و الوصال و ادبارہ عن التوجه بعد الوصول الی اقصیٰ مراتب الکمال الی التزل من تلك المراتب و التوجه الی تکمیل الخلق

و ممکن ان یکون قوله قد ائول الله الیکم رسولا مشهورا الیه بان یکون انزال الرسول کتابة عن نزله من تلك التدرجة القصویٰ الی لا یسمها ملک مقرب و لا یمرسل الی معاشرۃ الخلق و هدايتهم و مواستهم فکذا الک فی اضافة سائر الفیوض و

الکمالات و هم وسائط بین  
 ربهم و بین مائر الموجودات  
 لكل فیض وجود پیدا بهم صلوات  
 اللہ علیہم ثم ینقسم علی سائر  
 الخلق ففی الصلوة علیہم  
 استجاب الرحمة الی معادہا و  
 للفیوض الی مقسمہا لینقسم  
 علی سائر البرایا

ضرورت حدیث کا بیان:

عنایات میں بھی یہ بزرگوار اپنے پروردگار اور دیگر  
 عام موجودات کے درمیان وسیلہ واسطہ ہیں۔ یعنی خدا  
 کے ہر فیض وجود کی ابتدا ان ذوات مقدسہ سے ہوتی  
 ہے، پھر (ان کے طفیل) دوسری مخلوق پر اس کا فیضان  
 ہوتا ہے، پس ان ذوات عالیہ پر درود و سلام بھیجنے  
 سے اصل مقصد یہی ہے کہ خدا کی رحمت و اسد کو اس  
 کے مخزن اور اس کے فیض کو اس کے مقسم کی طرف  
 کھینچا جائے تاکہ اس طرح تمام مخلوق تک اس کا  
 فیض عام پہنچ سکے۔

ثم اعلموا ان اللہ تعالیٰ  
 اکمل نبیہ علی اللہ علیہ و آلہ  
 قبال و ما اتاکم الرسول فخذوه و  
 ما نہکم عنہ فانتهوا

لیجب علینا بسطہ تعالیٰ  
 متابعتہ النبی فی اصول دینا و فروعه  
 و امور معاشنا و معادنا و اخذ جمیع  
 امورنا عنہ و انہ اودع حکمہ و  
 معارفہ و احکامہ و افارہ و ما  
 نزل علیہ من الایات القرآنیۃ  
 و المعجزات الربانیۃ عند

پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جب  
 خداوند عظیم نے اپنے نبی اعظم کی تائید و تکمیل  
 فرمادی تو فرمایا جس بات کا رسول تمہیں حکم دے  
 اسے لے، اور جس بات سے تمہیں روک دے اس  
 سے رک جاؤ۔ خالق عود کے اس ارشاد کے  
 مطابق ہم پر دین کے اصول و فروع اور معاش و معاد  
 (دنیا و آخرت) کے معاملات میں آنحضرت کی  
 اتباع و پیروی واجب ہے اور اپنے (دین و دنیا کے)  
 تمام امور کو ان سے حاصل کرنا لازم ہے اور (یہ بات  
 بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ) جناب رسول خدا (اپنے  
 بعد) اپنے حکم و معارف، احکام و احکام، اخبار و آثار  
 اور آیات قرآنیہ و معجزات ربانیہ اپنے اہل بیت علیہم  
 السلام کے سپرد فرما گئے ہیں چنانچہ اپنی متواتر حدیث

میں فرماتے ہیں کہ ”میں تمہارے درمیان دو نفیس اور گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی عزتِ اہل بیت جب تک تم ان کے واسطے سے وابستہ رہو گے ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں جب تک خوش کوثر پر میری بارگاہ میں پہنچیں گی تمہیں گے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔“ یہ حقیقت اخبارِ مستفیدہ سے ثابت ہے کہ پورے قرآن کا صحیح علم انہیں وارثانِ قرآن کے پاس موجود ہے۔ یہ حدیث متواتر (ثقلین) بھی اس مطلب پر واضح دلالت کرتی ہے۔ پھر یہ بزرگوار (اپنے بعد) ہمارے درمیان اپنے اخبار و آثار چھوڑ گئے ہیں پس میں رہتا (غیبتِ امام) میں ہمارے ہے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ ہم ان کے احادیث و اخبار کے ساتھ تمسک کریں اور ان کے آثار میں تدبیر کریں۔

### اپنا زمانہ کی شکایت

مگر مقدم الحسوس سے کہ کثر اعانے زمانے آپ کے اہل بیتِ نبوت کے اخبار و آثار کو چھوڑ کر اپنی ناقص رائیوں پر اعتماد کر لیا ہے، (اس سے گمراہی کے اندھیرے میں ٹامک ٹوٹیاں مار رہے ہیں۔) اور کچھ لوگوں نے ایسے ضلالت و مضل (خود گمراہ اور

اہل بیتہ صلوات اللہ علیہم فقال بالنص المتواتر انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیٹی لن یفترقا حتی یرد اعیانہم و ظهور من الاحبار المستفیضة ان علوم القرآن عنہم

و هذا الخبر المتواتر بصاً يدل علیہ ثم اہم علیہم لظہور و لتلاک ترکوا بیننا اخبارہم فیس لسانی هذا الزمان الا التمسک باخبارہم والتدبر فی آثارہم

فترک اکثر الناس فی زماننا آثار اہل بیت نبیہم و استبدوا بہا لانہم لہم من سلک مسلک المحکماء الذیین ضلوا و اضلوا ولم

اس موضوع کی تمام تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب ”تحقیقات الفریقین

فی حدیث الثقلین“ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (مد علی عنہ)

یقرؤا ہنسی ولم یؤمنوا بکتاب و  
اعتمدوا علی عقولہم الفاسدة و  
آرائہم الکاسدة فاتخذوہم العدة و  
قدرة فہم یاولون النصوص  
الصریحة الضحیحة عن النمة  
الہندی ہاہ لا یوفق ما ذہب الیہ  
الحکماء

دوسروں کو گمراہ کرنے والے) یونانی حکماء کے  
مسلک کو اختیار کر لیا ہے جو نہ کسی نبی کے قائل ہیں  
اور نہ کسی (الہامی) کتاب پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ وہ  
صرف اپنی فاسد عقلوں اور کاسد رائیوں پر بھروسہ  
کرتے ہیں ن لوگوں نے ان (حکماء) کو اپنا پیشوا و  
راہنہ بنالیا ہے اس لیے وہ ائمہ عہدی کے نصوص  
صریحہ و صحیحہ کی محض اس لیے (بیجا) تاویلات کرتے  
ہیں کہ وہ بظاہر حکماء کے مسلک کے مطابق نہیں ہیں۔

### حکمائے یونان کی خدمت میں

جاننا کہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ حکماء کے دلائل (بہ  
انسانوں میں سب شبہات) سے وہم و گماں بھی حاصل  
نہیں ہوتا۔ (تاہم یقین چہ رسد؟) بلکہ ان کے آراء و  
افکار تاہم شکوک کی طرح بالکل بے دہ اور کمزور ہیں نیز  
یہ لوگ یہ بھی (پیشم خود) دیکھ رہے ہیں کہ ان حکماء  
کے آراء و افکار اور عقائد و نظریات میں باہم  
اختلاف و تضاد پایا جاتا ہے، ان میں سے کچھ مشائخ  
ہیں (جن کا قائد ارسطو ہے) اور کچھ اشراقیین ہیں

مع انہم یروون ان دلائلہم  
و شہم لا یفید ظاروا و ہما  
بل لیس الحکارہم الا کسج  
العنکبوت و ایضاً یروون  
تعالی احوالہم و نہاہن  
اہدالہم فمنہم مشائخون

یاد رہے کہ ان میں ہمیشہ پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام میں ہر قسم کے اعتقادی و عملی انحراف بلکہ  
ارتداد کی اصل وجہ اور اس کی اصل جڑ بنی عباس کے دور میں فلسفہ یونان کا عربی میں ترجمہ ہو کر مسلمانوں  
کے ہاں رائج پانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں ہمدردانِ قوم و ملت منائے اسلام نے فلسفہ میں زیادہ تو غل  
سے طلب اور عام لوگوں کو منحرف کیا ہے کیونکہ اس سے لارِ ماعتیہ و عمل میں انحراف و اوجاج پیدا ہوتا ہے ہاں  
البتہ بموجب علم اشی افضل من جہل اشی تھوڑا سا فلسفہ پڑھنے اور اسکی اصطلاحات معلوم کرنے میں کوئی  
مضائقہ نہیں ہے۔ (منہ مخفی عنہ)



ومهم اشراقیوں قلما موافق  
رای احدی الطائفتیں رای  
الآخری

ومعاذ الله ان يتكل الناس  
على عقولهم في اصول  
العقائد ليستعبروا في مراتع  
الحيوانات ولعمري كيف  
يجتهدون على ان ياولوا  
النصوص الواضحة الصادرة من  
اهل بيت العصمة والطهارة بحسن  
ظنهم ببولانی کافر لا يعتقد دیناً ولا  
ملحاً

و طائفة من اهل دهرنا اتخذوا  
البدع دیناً یعدون الله بها و مستوره

(جن کا پیشوائے اعظم افلاطون ہے) شاذ و نادر ہی  
ایک گروہ کا کوئی نظریہ دوسرے گروہ کے نظریہ سے  
مٹتا ہے ورنہ اختلاف ہی اختلاف نظر آتا ہے جو  
بجائے خود ان کے بطلان کی ناقابل رد دلیل ہے۔

پناہ بخدا کہ لوگ اصول عقائد میں اپنے عقول ناقصہ پر  
بھروسہ کریں (اور اپنی پسند و ناپسند کو کسی عقیدہ کی  
صحت یا بطلان کا میزان قرار دیں اس طرح ان کا  
شیرازہ بکھر جائے گا) اور جس طرح حیوانات  
چراگا ہوں میں آزاد پھرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی  
آوارہ و سرگرداں ہو جائیں گے۔ مجھے اپنی زندگی کی  
قسم! (معلوم نہیں) یہ لوگ ایک بے دین اور کافر  
بولانی حکیم پر حسن ظن رکھتے ہوئے اہل بیت عصمت و  
طہارت کے نصوص صریحہ و سمیعیہ کی بجا تاویل کرنے کی  
کس طرح جرأت و جسارت کرتے ہیں؟ سچ ہے۔

ع جنہیں ہول و ہلاد و ادب جاتے ہیں سفیوں میں  
حقوق کی بدست

اور کچھ اہل زمانہ نے باغیوں کو اپنا دین بنا رکھا  
ہے جن سے وہ (بخاریا خولش) خدا کی عبادت

۱۔ اگر باسی علم و اطلاع پر محفل و مستور نہیں ہے کہ فرقہ صوفیہ دور بینی اُمیہ کی پیداوار ہے، اور اس کا پس منظر  
یہ ہے کہ سلاطین بنی اُمیہ نے خاندان نبوت سے مادی اقتدار چھیننے کے بعد جب دیکھا کہ پھر بھی ان کے  
روحانی کمالات کی وجہ سے لوگوں کے دل ان کی طرف کھینچتے ہیں اور وہ ہر خاص و عام کی توجہ کا مرکز بننے  
ہوئے ہیں تو اس سے ان کے روحانی کمالات کو سب کرنا تو ان کے بس کا روگ نہ تھا البتہ لوگوں کی توجہ

بالتصوّف فاتخذوا الرهبانية عادة  
مع ان النبی قد اُھی عنھا و امر  
بالترویج و معاشرۃ الخلق و  
الحضور فی الجماعات والاجتماع  
مع المؤمنین فی مجالسهم و ہدایۃ  
بعضہم بعضاً و تعنم احکام اللہ و  
تعلیمھا و عبادۃ المرصی و تشبیع  
الجنات و زیارۃ التوسمیں والنسمی

کرتے ہیں اور انھوں نے اس کا نام تصوف رکھا  
ہے۔ اس لوگوں نے رہبیت (دنیا اور اہل دنیا سے  
قطع تعلق) کو اپنی عادت و عبادت قرار دے لیا ہے،  
حالانکہ پیغمبر اسلام نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور  
شادی بیوہ کرنے لوگوں سے تعلقات و مراسم  
بڑھانے بعد جماعت میں حاضر ہونے اہل ایمان  
کی مجالس و محافل میں شرکت کرنے ایک دوسرے کو  
ہدایت کرنے احکام خداوندی پڑھنے اور پڑھانے،  
جناتوں کی عزائم پڑھنے کرنے، جنازوں کی مشابعت

اور سے ہٹانے کے لیے انھوں نے ایک شاطرائے پارس جلی کہ ان کے مقابلہ میں "صوفیا" کے نام سے ایک  
جماعت کی تشکیل کی جس کا طرز امتیاز صوف کا سادہ لباس پس اور بدھ برترک لٹکانہ کرتا تھا۔ پھر لوگوں کی  
توجہ ان کی طرف مرکوز کرنے کے لیے حکومت و سرپرستی میں اس کے مصنوعی کثوف و کرامات کا خوب  
پروپیگنڈا کیا گیا حتیٰ کہ عامۃً عام اس کے "مترادیم" میں گرفتار ہو گئے۔ اس فرقہ کے عقائد باطلہ میں ایک  
مشہور عقیدہ "فاسدہ" "احدات الوجود" ہے کہ خالق و مخلوق کا وجود ایک سے اگرچہ وجود الگ الگ ہیں اور  
بعض اس سے بھی ایک قدم آگے نکل گئے۔ انھوں نے صاف صاف کہا: "یہ کائنات میں صرف ایک ہی  
چیز موجود ہے اور وہ ہے خدا" وہ ہر چیز کو خدا سمجھتے ہیں اس لیے اس گروہ کو "ہمہ اوست" بھی کہا جاتا ہے۔  
(اسی طرف سرکار علامہ نے رسالہ میں ارشاد فرمایا ہے۔)

(۱) اس فرقہ کا سب سے بڑا ترجمان شیخ الفی بن ابن عربی "فتوحات مکیہ" کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

"تسبحان الہی خلق الاشیاء و هو حبسہا"

(۲) اس سلسلہ کا ایک بڑا سرگرم ذکن بیگزوم ہے جو کہتا ہے۔

|           |        |      |         |       |        |      |
|-----------|--------|------|---------|-------|--------|------|
| ہر لحظہ   | بھٹکتے | نہج  | مپور    | برآمد | دل     | شد   |
| ہر دم     | پہ     | لباس | دیگر آں | پور   | برآمد  | لحد  |
| کہ نوح شد | و کرد  | جہاں | را بدعا | غرق   | ہو خود | پیشی |

فی حوالہ جہم و الامر بالمعروف والنہی عن المنکر و إقامة حدود اللہ والربانیۃ الّتی ابعدوہا یستلزم ترک جمیع تلک الفرائض والنس

کرنے، اہل ایمان کی ملاقات و زیارت کرنے، ان کی حاجت برآری میں کدوکاوش کرنے نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے اور حدود خداوندی جاری کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن ان کی خود ساختہ رہبانیت کا لازمی نتیجہ ان تمام فرائض و مستحبات کا ترک کرنا ہے۔

اس گروہ نے رہبانیت میں کچھ خود ساختہ عبادات (اور اوراد و خائف) بھی اختراع کر رکھے ہیں مجملہ انکے ایک "ذکر خفی" ہے یہ ان کا ایک خاص عمل ہے جو مخصوص ہیئت و کیفیت کے ساتھ کیا جاتا ہے حالانکہ اس کے متعلق نہ کوئی نص وارد ہے

ثم اہم فی تلک الربانیۃ احدلوا عبادات معترعة لہمنا الذکر الحفی الّدی ہو عمل خاص علی ہیئۃ خاصۃ ثم ہود بہ نص ولا

(۳) نیز اسی گروہ کا ایک مشہور مسیحی مسٹری "گلشن روزا" میں ہر محل نشانی کرتا ہے مسلمان گر جانتے کہ بت چست تہا بدستے کہ ہیں در نہت پرست (۴) اسی جماعت کے ایک شاعر نے کہا ہے۔

تو منی من توام دوئی بگذار ہلا این ہمہ نزد ماہرست دوست ایک اور جگہ کہتا ہے۔

دور این و آن نقش خیال است ہا حقیقت نور وجود کبریا نیست اگر کوئی ہم حق است حق است ہا در حقیقت ہم کوئی خطا نیست اسی فاسد نظریہ نے منصور سے یہ کہا: یا ایہذا فی جہنمی سوی اللہ نیز اس گروہ کا دوسرا باطل عقیدہ یہ ہے کہ العبادۃ فطرۃ المعرفة کہ عبادت معرفت کا عمل ہے۔ لہذا جب ایک عارف باندہ واصل ہوتا ہو جائے اور کہ سکے کہ۔

من تو شدم تو من شدی

تو پھر اس سے تمام عبادات شرعیہ از قسم صوۃ و صوم وغیرہ ساقط ہو جاتی ہیں، اسی بناء پر صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں: "الصلو فیہ تکلمہم من اعدائنا و طریقہم مباہتۃ لطریقنا" "تمام صوفی ہمارے دشمن ہیں اور ان کا طریقہ ہمارے طریقے کے خلاف ہے۔" (حدیث الشیعہ) "الحفظ ہذا لمانہ بالحفظ جہدہ و لا یسک مثل عبیر۔" (منہ علی عند)

اور نہ ہی قرآن و سنت میں اس کا کہیں کوئی نام و نشان پایا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسی ہی چیز کو بلا شک و شبہ "بدعت" کہا جاتا ہے جو کہ حرام ہے۔ جناب رسول خدا فرماتے ہیں ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا راستہ سیدھا جہنم کی طرف جاتا ہے۔ (کنز العمال وغیرہ)۔

دوسرا "ذکر جلی" ہے جس میں یہ لوگ اشعار گاتے اور گدھے کی طرح پیٹتے ہیں اور کفارِ متہ کی طرح بیشیاں اور تالیاں بجا کر خدا کی عبادت کرتے ہیں اور (طرفہ تماشا یہ ہے کہ) ان کا گمان ہے کہ ان دو خواہاتہ ذکر و سوا اللہ کی کوئی عبادت ہی نہیں ہے۔ ان اداکار کے علاوہ وہ تمام نوافل و سنن کو نظر انداز کرتے ہیں ہاں بہت جس طرح کلام اٹھوٹے مارتا ہے اس طرح برائے نام صرف نماز فریضہ ادا کر لیتے ہیں۔

اور (حقیقت تو یہ ہے کہ) گمراہ کو علماء کا خوف دامنگیر نہ ہو (کہ مراد ائمہ کا اتنی نگاہیں) تو یہ نماز فریضہ بھی ترک کر دیں، پھر یہ لوگ (خدا ان پر لعنت کرے) صرف اٹھی (فروغی) بدعتوں پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ اصول و دین میں تحریف و تفسیر بھی کرتے ہیں اور وحدۃ الوجود کا باطل عقیدہ رکھتے ہیں اس (وحدۃ الوجود) کے جو معنی اس زمانہ میں مشہور ہیں اور اس گروہ کے بزرگوں سے سُننے میں

غیر و لم یوجد فی کتاب ولا اثر و مثل هذا بدعة محرمة بلا شک ولا ریب قال رسول اللہ کل بدعة ضلالة و کل ضلالة سبیلہا لی النار

و منها الذکر الجلی الذی تفنن لہ بالاشعار و یشہون شہیق الحمار و یعدون اللہ بالمکاء و التصدیۃ و یزعمون انہ لیس للہ عبادۃ سوی ہذین الذکرین المبتدعین و یترون جمیع المس و التوافل و یقعون من الصلوۃ الفریضۃ بنفر کتفر الغراب.

ولولا خوف العلماء لکانوا یتربکونہا راساً ثم انہم لعنہم اللہ لا یقعون بطلک البدع بل یعترفون اصول الدین و یقولون بوحدة الوجود و المعنی المشہور فی هذا الزمان و المجموع من مشائخہم

كفر بالله العظيم و يقولون بالجبر  
و سقوط العبادات و غيرها من  
الاصول الفاسدة السخيفة

فاحذروا يا اخواني و احفظوا  
ايمانكم و ادبانكم من وساوس  
هؤلاء الشيطانية و تسويلاتهم و  
اياكم ان تحدثوا من اطوارهم  
المتصعة التي تعنت قلوب  
الجاهلین لها ان تحرر محمداً  
مناہی و ظہر لی من الاحبار  
المتواترة من اصول المذهب لثلا  
تضلوا بعدہم و غرورہم و اتم  
حجة ربکم علیکم و اودی ما وصل  
لی من موالیکم الیکم لہلک من  
ہلک عن ہینة و یحیی من حی عن  
ہینة و اتلو علیکم ما اردت امرادہ  
فی بابہن.

آئے ہیں (یعنی وحدت الوجود) وہ سراسر کفر و شرک  
ہے نیز یہ فرقہ عقیدۂ جبر اور تمام عبادات کے ساقط  
ہونے اور اس قسم کے دوسرے بعض باطل عقائد و  
نظریات کا قائل ہے۔

اسے برادرانِ اسلامی (ڈروان سے) اور ان  
شیطانوں کے دوسوں اور شہیڈوں سے اپنے دین و  
ایمان کو بچاؤ اور خیال رکھو، مبادا کہیں ان کے ظاہری  
اور مصنوعی اخلاق و اطوار سے جو چاہوں گے دلوں  
پر اثر انداز ہوتے ہیں، کہیں دھوکا نہ کھا جانا، (اور  
کہیں سراب کو آب نہ سمجھ لینا) لو اب وہ وقت آ گیا  
ہے کہ میں مذہب شیعہ کے وہ تمام اصول و عقائد  
اجمہ پر قلم کراؤں جو سرکارِ محمد و آلِ محمد علیہم السلام  
کے اخبار متواترہ سے مجھ پر ظاہر ہوئے ہیں تاکہ تم  
مذہبوں کے دھم فریب میں پھنس کر گمراہ نہ ہو سکو  
نیز تم پر خدا کی طرف سے التماسِ حجت کرتا ہوں  
اور تمہارے مقتداؤں اور پیغمبروں کا جو پیغام مجھ تک  
پہنچا ہے اسے (جاکر دکا ست) تم تک پہنچاتا ہوں  
تاکہ جو شخص ہلاک (گمراہ) ہو تو بینہ و نہ ہان کے  
ساتھ ہواور جو زندہ رہے (ہدایت حاصل کرے) تو  
وہ بھی دلیل و دُرُحان کے ساتھ، میں اس رسالہ میں  
جو کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں اسے (ذیل میں) دو زبانوں  
کے اندر پیش کرتا ہوں۔ (و علیہا احکامات)

## الباب الاول

## پہلا باب

فیما یعلق باصول العقائد

اصول عقائد کے بیان میں

معرفت توحید کا بیان

اعلموا ان ربکم سبحانه قد

تھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارے پروردگار

علمکم فی کتابہ طریق العلم

نے اپنے دیوڑی ہو اور اپنی صفاتِ جلال و جلال

بوجودہ و صحابہ فامرکم

کی معرفت کا طریقہ کار اپنی کتاب (قرآن) میں

بالتدہت فیما اودع فی افق

تھیں بتا دیا ہے یعنی (اس مقدمہ کے حصوں کی

السموات و الارض و فی

جامع) زمین و آسمان اور خود تمہارے نفوس (الفرض

انفسکم من غرائب الصنع و

نفس و اتفاق) میں اس کی جو جو عجیب و غریب

بدائع الحکمة لہذا تاملکم و

صنعتیں اور حکمتیں موجود ہیں، ان میں غور و فکر کرنے

تفکرتکم بصریح عقلکم

کا شعور حکمت "میز حکم" یا ہے، جب تم ان میں عقل

ایفہم ان لکم رباً حکیماً قاہراً

صریح و سیر کے ساتھ غور و فکر کرو گے تو شعور یقین

قاهراً لا یجوز علیہ الظلم و

کامل ہو جائے گا کہ اس کا گناہستی کا ہانے والے۔

تمہارا ایک پروردگار موجود ہے جو حکیم بھی ہے اور عظیم

بھی، قادر بھی ہے اور قاہر بھی، اس سے بے ظلم کرنا

۱۔ معرفت الہی بدیہی ہے یا نظری؟ یا کچھ بدیہی ہے اور کچھ نظری؟ اتر بیک "خری قول ہے جس کا

مطلب یہ ہے کہ خدا نے رحمن کی استعدادِ اجمالی معرفت تو بالکل بدیہی اور فطری ہے کہ اس عالم کا کوئی صانع

عظیم اور کوئی خالق عظیم ہے جس نے اس کائنات کو محض وجود سے نوازا ہے ہاں البتہ اسکی پوری معرفت کو وہ

واحد ل شریک ہے وہ جسم اور زمان و مکان سے منزہ ہے اور دنیا و آخرت میں نظر نہیں آتا وغیرہ وغیرہ یہ

نظری ہے اور دلیل و برہان کا محتاج اور خدا کی سنی اور اسکی صفات کے اثبات کا طریقہ وہی صحیح ہے جس کا

تذکرہ علامہ نے فرمایا ہے کہ اثر کو دیکھ کر اسکے موثر، مخلوق کو دیکھ کر اسکے خالق اور مصنوع کو دیکھ کر اسکے

اور عقلی قبیح کار کا کتاب کرنا رو نہیں ہے، بلکہ تمہارے پروردگار نے (ازراہ لطف و کرم) تمہاری طرف ایک ایسا نئی بیجا جس کی روشن نشانیوں اور کھلم کھلا معجزوں سے تائید و نصرت کی گئی ہے اور یہ بات عقل کی واضح شہادت سے ثابت ہے کہ خداے حکیم کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔ کہ وہ کسی غلط مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس قسم کے معجزات ظاہر فرمائے۔ (لہذا ماننا پڑے گا کہ آپ برحق ہی ہیں) پس جب قصص نبی کی صداقت کا یقین ہو گیا اور ان کو خدا کا نبی تسلیم

القیح ثم ان ربکم بعث الھکم  
نبیاً مؤیداً بآیات الظاہرة  
والمعجرات الباہرة و بشہد  
بدیہۃ العقل بانہ لا یجوز علی  
اللہ

ان معجزی علی ہد کاذب اشباہ  
ھذہ المعجرات فاذا بلغت بصدق

صانع پر استدلال کیا جائے اور کائنات میں پائی جانے والی عجیب و غریب قوتوں سے اس کے عظیم و حکیم ہونے پر استدلال کیا جائے۔ قرآن مجید میں اور احادیث میں نے یہی طریقہ استدلال کیا ہے۔ (منہ علی حد)

۱۔ محکمہ ان مسائل کے ان کو جو ۱۰۰۰ میں میں حاضر تھے ہر دلیل علم نے اختلاف کی، جگہ بتا دیا ہے (اگرچہ وہ چند سو سال سے تقابلی ہیں)۔ یہ میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہے جسے وہ حسب ضرورت کسی ہی امام کے ہاتھوں پر ظاہر فرماتا ہے۔ نبی کے حقیقی فاعل ہی امام ہیں اور یہ معجزہ ان کے افعال اختیار یہ میں سے ہے؟ جو بات قرآن مجید میں بتا ہے۔ معجزات حقیقاتی علامہ حق میں و متاخرین اور عقلی دلائل و براہین کی روشنی میں ثابت ہے اور یہ ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہے۔ یہاں نبی و امام کی طرف اس کی نسبت عطا فرمادی جاتی ہے کیونکہ اس کا مقصد ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے۔ یہاں اس موضوع پر دلائل و براہین پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے، اس سلسلہ میں جاری کتاب "اصول اثیریونی عقائد الشیعہ" کا پانچواں باب ملاحظہ کیا جائے جس کے بعد ہر قسم کے قیل و قال کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ سرکارِ عالم بحسب علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہی بات درست ہے کہ معجزہ کا فاعل حقیقی خدا ہے جسے وہ وقت ضرورت اپنے نبی و (نبی و امام) کے مقدس ہاتھوں پر ظاہر فرماتا ہے، اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ علامہ موصوف نے "بحار الانوار" میں وضاحت فرمائی ہے، فرماتے ہیں۔

"من اعطی المعجرات و الکرامات من فعل النبی و الامام للنس فی کفرہ و کفرہ و لا شک" "یعنی جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ معجزہ نبی و امام کا فعل ہے اس کے کفر میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔" (علی ما نقلہ عنہ فی "مسبل النجاة فی اصول الاعتقادات" طبع امروہ ص ۱۰۱) ان فی ہذا لایغنی لقوم یظنون۔ (منہ علی حد)

النبي و اعتقدت به يلزمك ان  
تتبعه و تعتقده صادق في كل  
ما يخبرك به في اصول  
الدين و فروعہ فمما ثبت في  
الدين بالآيات و الاخبار  
المتواترة هو انه واحد لا  
شريك له في ملكه و  
لا يجوز عبادة غيره و لم  
يسخن في خلق العالم باحد  
غيره و انه احدى الذات ليس  
له اجراء خارجية و لا وهمية و  
لا عقلية و انه احدى المعنى ليس  
له صفات زائدة بل صفاته عين  
ذاته و انه ازلي لا انتهاء لو جوده  
في جانب الاول ابدى بمتنع الفناء  
عليه ازل و ابد و انه ليس بجسم  
ولا جسماني ولا رماني ولا مكاني  
و انه حي بلا حيوة دائمة و بلا  
كيفية و مرید بلا خطوط بال ولا

بھی کر لیا تو اب تم پر لازم ہے کہ ان کی اتباع و پیروی  
بھی کرو اور یہ عقیدہ رکھو کہ انھوں نے دین کے  
اصول و فروع کے سلسلہ میں جو کچھ بیان فرمایا ہے  
وہ اس میں صادق ہیں اور مجملہ ان امور کے جو  
آیات (قرآنیہ) اور اخبار متواترہ سے ثابت ہیں  
ایک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ (ذات و صفات اور افعال و  
عبادات میں) واحد و یکتا ہے اس کے ملک و ملکوت  
میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے (وہی معبود  
برحق ہے) اس کے سوا اور کسی چیز کی عبادت جائز  
نہیں ہے، اُس نے اس عالم کو پیدا کرنے میں اور  
کسی ذات سے کبھی مدد و اعانت طلب نہیں کی۔ وہ  
ذات میں ایسا واحد و یگانہ ہے کہ نہ اس کے اجزائے  
خارجی ہیں (از قسم ہاتھ پاؤں وغیرہ) نہ وہی ہیں  
اور نہ عقلی (از قسم جنس و فصل وغیرہ) اور وہ معنی اور  
صفات میں بھی واحد ہے یعنی وہ رائدہ بر ذات  
صفات نہیں رکھتا بلکہ اس کے صفات بھی ذات  
ہیں۔ (اس امر کی وضاحت بعد زیر کی جائے  
گی۔) وہ ازلی و ابدی ہے، یعنی وہ ایسا قول ہے کہ  
اس کی کوئی ابتدا نہیں اور ایسا آخر ہے کہ جس کے  
لیے فنا نہیں ہے، وہ نہ جسم ہے اور نہ جسمانی نہ زمانی  
ہے اور نہ مکانی (یعنی وہ جسم و زمان و مکان کا محتاج  
نہیں ہے) وہ زندہ ہے مگر اس کی حیوة رائدہ بر ذات  
نہیں، وہ صاحب ارادہ ہے مگر دل کی سوچ بچار سے



نہیں، وہ قائل مختار ہے یعنی اپنے افعال میں مجبور و مقبور نہیں، وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ اگر اس عالم جیسے ہزار ہا عالم بل مادہ و مدت پیدا کرنا چاہے تو (ہشتم زون میں) پیدا کر سکتا ہے، ایسا نہیں جیسا کہ حکمہ خیال کرتے ہیں کہ اجسام کی صفت قدیم مادہ اور اس کی استعداد کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ نیز وہ خدائے عظیم کھیات و جزئیات غرض تمام اشیاء کا عالم ہے اور اس کا ماکان (گذشتہ) اور مایکون (آئندہ) کے متعلق علم ایک جیسا ہے۔ (خلقت شیء سے پہلے اسے جو علم ہوتا ہے) ان کے وجود میں آ جانے کے بعد اس کے علم میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل پیدا نہیں ہوتا اور زمین و آسمان میں (فرسک پوری کائنات میں) یک ذرہ بھی اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے، ایسا نہیں جیسا کہ حکمہ کا خیال ہے کہ اس کو جزئیات کا علم نہیں ہے، یہ عقائد رکھنا کفر ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ (بناء بر اصطلاح منطقی) اس کا علم حضوری سے یا حصولی اس کی کیفیت میں عور و فکر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جائز ہی نہیں ہے اسی طرح اس کی دوسری صفات کی کیفیات میں اس مقدمہ سے جو سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام نے بیان کر دی ہے زیادہ غور و خوض کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ صفات میں غور و فکر کرنے کی بازگشت خدا کی ذات میں فکر کرنے کی طرف ہوتی ہے جس میں فکر کرنے

روية و انه يفعل بالاختيار و هو غير مجبور في افعاله و انه على كل شئ قدير و انه لو اراد خلق الآف امثال هذا العالم لخلقها بلا مادة ولا مدة لا على ما يرعاه الحكيم انه لا يكون خلق الاجسام الا بمادة قديمة و استعداد و انه عالم بجميع الاشياء خبرياتها و كلياتها و ان علمه بما كان و بما يكون على بهج واحد لا يتغير علمه بالشئ بعد ايجاده

و انه لا يهرب عن علمه مطلق ذرة في الارض و لا في السماء لا على ما يرعاه الحكيم انه لا يعلم الجوريات والقول به كهر لا يلزم بل لا يجوز التفكير في كيفية علمه انه حصولي او حصولي و لا في سائر صفاته اكثر مما نردوا و بسوا لافاضه يرفع الى التفكير في ذاته تعالى و قدسها عن التفكير

فی اخبار کثیرہ

کی کثیر اخبار میں ہمیں ممانعت کی گئی ہے۔  
تکلیف شرعی کا بیان:

و الله تعالى لا يفعل شيئا الا

خالق حکیم جو کام کرتا ہے وہ کسی نہ کسی حکمت و

۱۔ چنانچہ اصول کافی وغیرہ میں اس مضمون کی بکثرت حکیمانہ روایات مروی ہیں کہ تکتسوا فی خلق  
الله ولا تکتلموا الی الله فان الکلام فی الله لا یزداد صاحبه الا تعهراً خدا کی مخلوق میں کام کرو  
مگر خدا کی ذات و اشیاء کے متعلق کام نہ کرو کیونکہ اس سلسلہ میں کام کرنے سے تعہر و تذو میں اضافہ کے سوا  
کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ سابقہ امام محمد علیہ السلام فرماتے ہیں اذا انتهى الکلام الی الله فامسکوا جب  
سلسلہ خدا تک پہنچ جائے تو خاموش ہو جاؤ کیونکہ خالق کی مخلوق حقیقت تک رسائی حاصل کرنا کسی بھی مخلوق  
کے لیے ممکن نہیں ہے۔

تو اس در بلاغت پہ کہاں رسید مگر در علمہ پھوس سکاں رسید  
یہ وہ مشکل مقام ہے جہاں انبیاء و مرسلین و ائمہ طاہرین پہ کہہ کر اپنے مجز کا اقرار  
کرتے ہوئے نظر آتے ہیں سبحانک ما عرناک حق معرک سبحان من لا یعلم ما هو الا هو نعم ما قبل۔

اے بڑے از خیال و قیاس و گمان و دہم و ذہر چہ گنت اندر شنیدم و خواندہ ایم  
دفتر تمام گشت و پہ پایاں رسید مگر پہا پہچان در اول وصف تو ماندہ ایم  
یہی وجہ ہے کہ شریعت مقدمہ اسلامیہ میں ہمیں اس کی اصیت و اشیاء کی تکلیف ہی نہیں دی گئی  
بلکہ خالق کائنات کے متعلق صرف اس قدر جمالی عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ وہ واجب الوجود ہے کائنات کا خالق  
و مالک ہے وہ ہر صفت کمال سے متصف اور ہر صفت نقص سے منزہ ہے اور ذات و صفات اور افعال و  
عبادت میں واحد و یگانہ ہے۔ لیس کچھ عقلی و فلسفی امور اس سلسلہ میں سورۃ توحید کا کچھ کر پڑھ لینا اور  
اس پر ایمان رکھنا کافی ہے۔ اس سے زیادہ موشگافیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ امام رضا علیہ السلام  
سے مروی ہے من قرأ قل هو الله أحد و امن بها فقد عرف التوحید۔ جو شخص سمجھ کر سورۃ قل  
ہو اللہ احد پڑھ لے اور اس (کے مطلب) پر ایمان لائے اس نے توحید کی معرفت حاصل کر لی (یعنی  
اخبار الزحما) خلاصہ یہ کہ یہ قرار کرنا کہ لا الہ فیہ ولا شہدہ ولا نظیر و انہ قدیم ثابت موجود غیر فقید و انہ لیس  
کرمہ شئی یہ ہے معرفت پروردگار کا کمترین درجہ جو ایک عام انسان کے اسلام کے لیے کافی ہے ("بھار  
الانوار" جلد ۲ توحید صدوق) (منہ صلی ص)

مصلحت کے ماتحت کرتا ہے وہ کسی مخلوق پر بھی ظلم و زیادتی نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو طاعت برداشت سے زیادہ تکلیف دیتا ہے، اس نے اپنے بندوں کو تکالیف شرعیہ کا جو مکلف بتایا ہے تو اس سے ان کو قائمہ پہنچانا مقصود ہے۔

انسان کے قائل مختار ہونے کا بیان

خدا نے بندوں کو کام کرنے اور نہ کرنے میں قائل مختار بنایا ہے دین میں نہ تو محض جبر ہے اور نہ محض تفویض اور واگذاری ہے بلکہ اصل حقیقت دونوں کے بین بین ہے، پس یہ کہنا کہ بندے اپنے افعال میں محض مجبور ہیں (سب کچھ خدا کرتا کرتا ہے) اس سے خدا کا خدالم ہونا لازم آتا ہے (کہ خدا خود بندے سے نہ کام کر دیتا ہے اور پھر اسے سراہتا ہے) اور یہ خدا کے لیے محال ہے اسی طرح یہ کہنا کہ خدا کو بندوں کے افعال میں ہرگز کوئی دخل نہیں، یہ بھی کفر ہے۔

توفیق و خدا ن کا بیان

بلکہ حق یہ ہے کہ خدا کو کار خیر کی توفیق دینے یا اس کے سبب کر لینے والا دخل ضرور حاصل ہے شرعی اصطلاح میں (اس توفیق دینے کو "توفیق" اور سلب

لحکمة و مصلحة و انه لا یظلم احدا و لا ینکف احدا مالا یطوفہ و انه کلف العباد لمصلحتهم و مصلحتهم و لهم الاختیار فی الفعل والترك

و انه لا جبر ولا تفویض

بل امر بین الامرین فالقول بان العباد مجبورون فی افعالهم یستلزم الظلم و هو علی اللہ تعالیٰ محال والقول بان لامدخل للہ تعالیٰ مطلقاً فی اعمال العباد کفر

بل للہ تعالیٰ مدخل

بالہدایات و التوفیقات و ترکہما و هو المعتر عندہ فی

لشرعی اور مرد احکام میں مکلفین کیلئے کیا کیا فوائد و عوائد پوشیدہ ہیں اور لواحق و متاعی میں کیا کیا معضرات و نقصانات مضمحل ہیں، ان کا ایک شمار ہماری عبارت شدہ مخلص و مدلل فقہی کتاب "توانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ" کے اندر بیان کر دیا گیا ہے اسل طرف رجوع کیا جائے۔ (مدخلی ص ۷)

توفیق کو "اضلال" کہا جاتا ہے، (بھٹی من یشاء و یصل من یشاء) لیکن خدا کے اس حدایت و توفیق دینے یا اس کے سلب کرنے سے انسان مجبور نہیں ہو جاتا جیسے ایک آقا اپنے غلام کو کوئی کام کرنے کا حکم دے اور اس کی بجا آوری پر انعام دینے کا وعدہ اور نہ کرنے پر سزا کی دھمکی دے اور وہ کام جس طرح انجام دیتا ہے اسے سمجھا بھی دے اور اسی مقدار پر اکٹھا کرے اور غلام وہ کام انجام نہ دے تو عقلاً دروزگار اس کی سزا دی کو بیچ اور غلط نہیں سمجھتے۔

لیکن اگر وہ آقا اس کام کی انجام دہی کو مختلف تالیفوں، تنبیہوں، لطف فرمائیں اور کرم فرمائیں سے متوجہ کر دے اور مزید برآں اپنا ایک ماسندہ بھی اس پر مقرر کر دے جو اسے مجبور تو نہ کرے (مگر یاد دہانی برابر کرتا رہے) ان حالات میں اگر وہ شخص اس کام کو انجام دیدے تو عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ ایسا کرنے سے وہ شخص اس کام کے کرنے پر مجبور نہیں ہو جاتا (ہاں بہت سے یہ کام انجام دینے میں سہولت ضرور ہو جاتی ہے اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں اس کام کی انجام دہی میں وہ سہولت نہیں ہوتی) اتنی مقدار پر اخبار و آثار ضرور دالت کرتے ہیں۔ (اور یہی صحیح مفہوم ہے علی الامر بین الامرین کا۔ اللہ اعلم)

عرف الشرع بالاضلال و لكن  
بتلك الهدایات لا یصر العبد  
مجبوراً بالفعل و لا یتركهما فی  
الترك كما اذا كلف الشهد عبده  
بتكليف و اوعده علی تركه عقابه و  
فهمه ذاك فاذا اكتفى بهذا ولم  
يفعل العبد لا يعد العقلاء عقابه  
فيما

و لو اكده الشهد هذا التكليف  
بتاكيدات و تهدیدات و  
ملاطفات و وكل علیہ مؤكلاً و  
محضلاً لا یجبره علیہ فعل  
یعلم العقلاء انه لم یصر  
مجبوراً بذلك علی الفعل  
و هذا القدر من الواسطة  
مما دلت علیہ الاخبار

و ليس لك التعكر في شبه قضاء وقد ركا اجمالی بیان.

القضا و القدر والعوض فيها فان  
الانحة قد يهونا عن التعكر فيهما  
فان فيهما شبهة لونية يعجز عنها  
عقول اكثر الناس عن حلها و قد  
ضل فيها كثير من العلماء لانك  
والتعكر و التعق فيهما فانه لا  
يفيدك الاصلاح ولا يربدك الا  
جهلا

ثم يجب ان تؤمن بحقية جميع  
الانبياء والمرسلين مجملا و  
عصمتهم و طهارتهم و انكار

تھمارے لیے قضاء و قدر کے شبہات میں غور و  
خوض کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ (علمائے اسلام  
یعنی) ائمہ طاہرین علیہم السلام نے ان میں غور و خوض  
کرنے کی ہمیں ممانعت فرمائی ہے اس لیے کہ ان  
میں ایسے ایسے قوی شے موجود ہیں جن کے حل  
کرنے سے اکثر لوگوں کی عقلیں عاجز ہیں بلکہ بہت  
سے علماء کی وجہ سے گمراہ ہو گئے ہیں لہذا ہرگز ان  
کی گہرائی میں جانے کی کوشش نہ کریں کیونکہ ان میں  
غور و فکر کرنے سے سوائے ضلالت و جہالت میں  
ضلالت و اذیت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ

من کس فکشد و کشاید بنگفت ایں معرا  
انبیاء پر ایمان رکھنے کا بیان

یہ بھی واجب ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین کی  
نبوت و رسالت و اہل کی عصمت و طہارت پر ایمان

لے اور اب عقل و علم پر غلبہ نہیں ہے کہ قضاء و قدر کا مسئلہ ان مشکل و بڑے مسائل میں سے ہے کہ جن  
کی اصل حقیقت تک رسائی راجحون فی العلم کے سوا باقی لوگوں کے لئے ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن  
لوگوں نے اپنے عقول ناقصہ پر اعتماد کر کے اس گرہ کو کھولنا چاہا وہ افراط و تفریط کا شکار ہو کر گمراہ ہو گئے  
یہی وجہ ہے کہ علماء و باطنین نے اس تاریک مسئلہ میں زیادہ غور و خوض کرنے کی ممانعت کی ہے چنانچہ  
جب حضرت امیر علیہ السلام سے قضاء و قدر کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا بحر عیق فلا تلجہ۔ یہ گہر  
سمندر ہے اس میں داخل نہ ہو (کتاب توحید) ہاں جو حضرات اس بازگ موضوع کی کچھ تفصیلات معلوم  
کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری کتاب حسن الخوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں (منہ غنی عنہ)

رکھا جائے اور ان کی نبوت کا انکار کرنا، ان کو گالی دینا اور ان کا مسخر اڑانا یا کوئی ایسی بات کرنا جس سے ان کی قدر و منزلت میں فرق پڑتا ہو یا ان کی عزت و عظمت کو ٹٹا لگتا ہو کفر ہے۔ ان میں سے جو ہستیاں مشہور ہیں جیسے جناب آدم، نوح، موسیٰ، عیسیٰ، داؤد، سلیمان اور وہ سب جن کا خدا نے قرآن مجید میں صراحتاً ذکر کیا ہے (جیسے حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یسٰی، الیاس وغیرہم) ان پر اور ان کی کتابوں پر خصوصاً ایمان رکھنا واجب ہے اور جو شخص اس میں سے کسی ایک کا انکار کرے وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے سب کا انکار کر دیا ہے۔

قرآن پر ایمان رکھنے کا بیان:

اور واجب ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور جو کچھ اس میں ہے اس پر ایمان، عقلاً رکھا جائے اور یہ کہ وہ خدا کا نازل کردہ ہے اور پیغمبر اسلام کا معجزہ (حادثہ) ہے۔ اس کا انکار کرنا یا اس کو خفیف سمجھنا کفر ہے اسی طرح وہ کام، تہذیب اس کی تہی کا باعث ہو جیسے بل ضرورت اسے جہاد یا اسے سُنَد کی میں چھینکنا (یہ بھی کفر ہے) لیکن وہ کام جو بہر حال سُنَد کی مستلزم نہیں جیسے اس کی طرف پاؤں دراز کرنا (تو یہ ارادہ پر منحصر ہے) اگر اس سے قصد قرآن کی اہانت ہو تو کفر ہے ورنہ نہیں، اسی طرح کعب کی تعظیم واجب ہے اور اس کو خفیف سمجھنا کفر ہے جیسے بیعت عقیقاری اس میں پیشاب و پاخانہ کرنا (العیاذ باللہ) یا کوئی

بیوتہم او سہم او الا ستہراء بہم  
او قول ما یوجب الاراء بشانہم  
کھرو اما المشہورون منہم کآدم و  
نوح و موسیٰ و عیسیٰ و داؤد و  
سلیمان و سائر من ذکر اللہ تعالیٰ  
فی القرآن فیجب ان تؤمن بہم عنی  
الخصوص و بکتہم و من انکر  
واحداً منہم فقد انکر الجميع و  
کفر بما انزل اللہ

و یجب ان تؤمن بحقیقۃ القرآن  
و مالہ مجملأ و کونہ منزلاً من  
عند اللہ تعالیٰ و کونہ معجزاً و  
الکوارہ والاستعفاف بہ کھرقہ بلا  
ضرورۃ و القابہ فی القاذورات کفر  
واما مالا یستلزم ذالک کمد  
الرجل نحوہ فان قصد الاستعفاف  
بہ کفرو الا فلا و کذا یجب تعظیم  
الکعبۃ و الاستعفاف بہا کفر  
کالحدث فیہا اختیاراً او قول ما  
یوجب الا ہانۃ بہا و کذا کتب

احادیث النبی والائمة علیہم السلام و بعضها یخرج عن دین الامامة

ایک بات کرنا جو اس کی توہین کا باعث ہو، اسی طرح وغیرہ اسلام اور ائمہ علیہم السلام کی کتب احادیث کی تعظیم بھی ضروری ہے۔ مذکورہ بالا امور میں سے کچھ کا ارتکاب آدمی کو غصب امامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

ملائکہ پر ایمان کا بیان

اسی طرح ملائکہ کے وجود اور ان سب کے یا بعض کے جسم لطیف رکھنے، نیز ان کے پرو بال رکھنے اور ان کے (آسمانوں پر) چڑھنے اور اترنے پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور ان میں سے جو مشہور میں جیسے جناب جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام، ان کا انکار کرنا یا ملائکہ کے حسانی ہوئے کا انکار کرنا کفر ہے، نیز ان کی تعظیم و تکریم واجب ہے۔ اور ان کو خفیف و حقیر سمجھنا، ان کو کالی دینا یا کوئی ایسی بات کرنا جو ان کی توہین کا باعث ہو کفر ہے۔ اسی طرح ان کی عبادت کرنا اور غیر خدا کا بقصد عبادت محمد کرنا کفر ہے۔

و کذا یجب الاعتقاد بوجود الملائكة و کونهم اجساماً لطیفه او بعضهم و ان لبعضهم اجساده و لهم صعود و نزول و انکار المشاهیر منهم کحیرنیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام و انکار جسمیتهم ککفر و یجب تعظیمهم والاستغفاف بهم و سبهم و قول ما یوجب الازاء بهم ککفر و کذا عبادۃ الضم و السجود لغير الله تعالى مطلقاً بقصد العبادۃ ککفر

۱۔ اور اگر بقصد عبادت نہ ہو بلکہ بقصد تعظیم ہو تو یہ بھی کو حرام ہے مگر کفر نہیں ہے بلکہ موجب فسق ہے۔ (ملاحظہ ہو حیات القلوب جلد ۱ ص ۳۶ طبع نولنگٹور) بعض کج فہم لوگ ملائکہ اور والدین یوسف کے بعد ان سے سجدہ تعظیسی کے جواز پر استدلال کیا کرتے ہیں جو سراسر لٹا ہے۔ روایات اہمیت سے واضح ہے کہ ملائکہ نے جناب آدم کو قبلہ سمجھ کر خدا کو سجدہ کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو "مفتاح طبری" حیات القلوب" وغیرہ) اور بتا رہے تھے کہ وہ سجدہ تعظیسی تھا پھر بھی اس سے انسٹ محمد یہ میں اس کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ انسٹ مرحومہ میں یہ جواز منسوخ ہو گیا ہے، جیسا کہ علامہ حاضری نے اپنی تفسیر "الواضح المنقول" جلد ۱ ص ۱۸۹ پر صراحت فرمائی ہے۔ باقی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات ہماری کتاب "احسن التواضع فی شرح العقائد" باب ۳۳ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ مخفی عند)

### حلول اور اتحاد کا بطلان:

یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا کسی چیز میں حلول کرتا ہے جیسا کہ بعض صوفی اور غالی کہتے ہیں، یا کسی کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے جیسا کہ بعض صوفیوں کا خیال ہے۔ یا یہ اعتقاد رکھنا کہ خدا کی بیوی یا اولاد یا کوئی شریک ہے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا جسم رکھتا ہے، یا اس کا کوئی مکان ہے جیسے عرش وغیرہ یا اس کی کوئی صورت ہے، یا اس کا کوئی جزء یا عضو ہے یہ سراسر کفر و شرک ہے۔

زکریا باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ

نہ یہ بھی جاننا چاہیے کہ خدا کو ان ظاہری لکھنوں سے دنیا و آخرت میں دیکھنا محال ہے اور اس سلسلہ میں جو بعض (مفتاب آیات روایات) وارد ہیں اس کی تاویل کی گئی ہے۔ خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات کی حقیقت واقفیت تک انسانی عقل و فکر کی رسائی ممکن نہیں ہے۔

و القول بحلولہ فی غیرہ کما قالہ بعض الصوفیۃ و ان لہ تعالیٰ صاحبۃ او ولداً او شریکاً کما قالہ النصارى و انه تعالیٰ جسم او ان لہ مکاناً کالعرش وغیرہ او ان لہ صورۃ او جبرۃ او عصواً فکن ذالک کھروا علیہم اللہ

لا یمکن رؤیتہ تعالیٰ بالبصر لا فی الدنیا و لا فی الآخرۃ و ماورد فی ذلک مؤول و انه لا یمکن الوصول الی کتھ ذاتہ او صفاتہ

اسیسا کہ اسی رسالہ کے ص ۳۲ ص ۳۳ ص ۳۴ کے حاشیہ پر اس بات کی اشداحت کی جا چکی ہے۔

(منہ علیٰ حد)

اس موضوع کی جملہ تفصیلات "حسن الفتاویٰ فی شرح العقائد" میں دیکھی جاسکتی ہیں (منہ علیٰ حد)

تک اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی صفات چونکہ عین ذات ہیں اور قبل ازیں واضح کیا جا چکا ہے کہ خدا وہ عالم کی توحید حقیقت تک انسانی عقل و فکر کی رسائی ناممکن ہے اور اس میں زیادہ غور و فکر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کی صفات کی اصل حقیقت تک بھی رسائی ممکن نہیں ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں زیادہ غور و فکر کرنا جائز ہے۔ (منہ علیٰ حد)



### تعطیل کا بطلان:

او ان التعطیل و نفی جمیع صفاته عنه باطل کما یلزم علی القائلین بالاشتراك الملفظی

ہل یحب اثبات صفاته تعالیٰ علی وجہ لا یضمن نقصاً کما تقول انه عالم لکرم لا کعلم المخلوقین ہاں یکون حادثاً او یسکن دوالہ او یکون بعدوث صورة او بالآلة او معلولاً بعنة ثابت له تعالیٰ الصفۃ و نفیت عنه ما یقارنھا فیھا من صفات النقص و لا تعلمھا بکنہ حقیقتها و تقول انه تعالیٰ قادر علی کل ممکن و القدرة فیھا صفة زائدة حادثہ و آلات و ادوات لضمی عنه تلک الامور فتقول قادر بذاتہ بلا صفة زائدة و لا کیفیۃ حادثہ و بلا آلة لذاتہ البسوط

خدا کو مستعمل ماننا اور اس سے تمام صفات کی نفی کرنا باطل ہے جیسا کہ (وجود کو) مشترک لفظی ماننے والوں پر یہ بات لازم آتی ہے۔

صفات خداوندی پر ایمان کا بیان

خداوند عالم کے لیے اس طرح صفات ثابت کرنا واجب ہے کہ اس سے اس کی ذات میں کوئی نقص لازم نہ آئے مثلاً تم یہ تو کہو کہ وہ عالم ہے مگر اس کا علم عام قلوب کے علم جیسا نہیں ہے کہ حادث ہو یا اس کا رائل ہوتا ممکن ہو یا (معلوم کی) صورت (عالم کے ابن میں) پیدا ہو یا کسی آلہ کا محتاج ہو یا کسی صفت کا محلول ہو خداوندیہ کہ اس کے لیے صفت علم تو ثابت کرو مگر اس سے ساتھ ساتھ ہم میں جو نقص پائے جاتے ہیں ان کی نفی کر دو اور اس صفت کی اصل حقیقت معلوم کرنے کی ہوش نہ کرو۔ اسی طرح یہ تو کہو کہ وہ ہر ممکن بات پر قدرت کا مد رکھتا ہے مگر یہ قدرت ہم میں زائد ہر ذات حادث ہے اور آلات و اسباب کی محتاج ہوتی ہے، پس ان تمام عوارض کی نفی کر کے کہو کہ وہ بلا صفت زائدہ حادثہ اور بلا آلہ و سبب قادر مطلق ہے یعنی اس کی بسیط ذات پاک ہر شے کو وجود دینے پر قادر ہے، اسی طرح یہ بیشک کہو کہ وہ مرید (صاحب ارادہ) ہے۔ لیکن ہمارا ارادہ چند

امور کا حاصل ہوتا ہے

(۱) اس کام کا تصور جس کا ارادہ ہے۔

(۲) اس کے فائدہ کا تصور

(۳) اس فائدہ کے حاصل ہونے اور اس کام پر اس

کے مترتب ہونے کی تصدیق۔

(۴) پھر یہ ارادہ برابر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ

عزم (یا مجزم) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(۵) جس سے نفس میں (اس کام کے کرنے کا) ایسا

شوق و ذوق پیدا ہو جاتا ہے جو اعضاء و جوارح کو

حرکت میں لاتا ہے یہاں تک کہ وہ فعل ہم سے صادر

ہوتا ہے مگر حد کا ارادہ (اس طرح نہیں ہے بلکہ)

کسی چیز اور اس میں جو حکمت پوشیدہ ہے علم ذاتی

قدیم سے اس کے معلوم کرنے اور جب اس کو عالم

وجود میں لے میں مصمت ہو تو اس کو وجود دینے کا

نام ارادہ ہے تاکہ بتا دیں ارادہ بڑا ہی یا تو صرف کسی

چیز کو وجود دینے کا نام ہے جیسا کہ اخبار الہییت میں

دارد ہے (کہ ارادۃ الہی سماعت فعل میں سے ہے۔)

یا علم ہاں صلح کا نام ہے جیسا کہ متکلمین کا نظریہ ہے اسی

طرح یہ تو کہو کہ وہ سمیع و بصیر ہے مگر سماعت اور

بصارت کا کہیں ہم میں یہ ہے کہ مسوعات (جو باتیں

کانوں سے سنی جاتی ہیں) اور مبصرات (جو چیزیں

آنکھوں سے دیکھی جاتی ہیں) کا علم حاصل ہو باقی

رہی یہ بات کہ ہم کاس سے سنتے اور آنکھ سے دیکھتے

کافیۃ فی ایجاد کل شئی و تقول

للعالی مرید و الارادة فیما تتضمن

اموراً من التصور لذلك الفعل و

تصور منفعة و التصديق بحصولها

و ترتبها عليه مع تردد غالباً حتى

ينتهي الى العزم فيسمي في النفس

شوقاً يوجب تحريك العضلات و

الادوات حتى يصدر منها ذلك

الفعل و ارادته لعالی لیست الاعلمه

القديم الذاتی بالشئ و بما فيه من

المصلحة ثم ایجاد فی زمان تكون

المصلحة فی ایجاده فالارادة اما

ایجاد لشیئ کما و رد فی الاخبار

او علمه بکونه اصلح کما قاله

المتکلمون و کذا القول انه سمیع

و بصیر و ما هو کمال فیما من

السمع و البصر هو العلم

بالمسموعات والمبصرات و اما

کونہما بالآلی السمع و البصر مع  
 سائر شرائطہما فانما ہو عجزنا و  
 احتیاجنا الی الآلات و اما فیہ فلیس  
 الا علمہ بالمسموعات و المبصرات  
 ابدأ بذاتہ البسیطة من غیر حدوث  
 صورة و الہ و اشراط و جود  
 ذلک الشئ فانہا صفات النقص و  
 کذا تقول انہ حی و الحیوة فیما انہ  
 ہو صفة زائدة بقصی الحسن و  
 الحورکة و فیہ تعالیٰ ثابت علی وجہ  
 لا یتضمن النقص فانہ حی بذاتہ لانہ  
 یصدر منہ الالعال و یعلم جمیع  
 الامور لذاتہ البسیطة تقوم  
 مقام الصفات و الآلات فیما انہما  
 ہو کمال فی الحیوة من کولہ  
 مدرکا ثابتا لہ تعالیٰ و ما ہو  
 نقص من الاحتیاج الی کیفیات  
 و الآلات معی عنہ و کذا تقول

ہیں اور وہ بھی اس وقت جب کہ دیکھنے اور سننے کے  
 شرائط موجود ہوں (مثلاً دیکھنے میں ایک شرط یہ ہے  
 کہ وہ چیز کسی جہت میں ہو، دوسرے یہ کہ اس کے  
 لیے خارجی روشنی موجود ہو، تیسری یہ کہ حد بصر سے  
 دور نہ ہو چوتھے یہ کہ وہ چیز جسم رکھتی ہو وغیرہ وغیرہ۔  
 تو یہ اس لیے ہے کہ ہم ذات و اسباب کے محتاج ہیں  
 مگر خدا کے سمجھ و بصیر ہونے کا مطلب بجز اسکے اور  
 کوئی نہیں ہے کہ وہ تمام مسموعات اور مبصرات کا ذاتی  
 علم رکھتا ہے بغیر اس کے کہ اس کی ذات میں اس چیز  
 کی کوئی صورت پیدا ہو یا وہ کسی آلہ کا محتاج ہو اور وہ  
 چیز خارج میں موجود ہو (لان علمہ قبل الخلق  
 کعلمہ بعد الخلق) کیونکہ یہ امور نقص و عیب کی  
 علامت ہیں (جس سے اس کی ذات منزہ ہے) اس  
 طرف تم یہ تو کہو کہ وہ حی (زندہ) ہے مگر ہم میں حیات  
 ایک صفت و رائدہ برت ہے جو جس حرکت کا تقاضا  
 کرتی ہے مگر خدا میں یہ صفت اس طرح ثابت ہے  
 کہ اس سے کوئی نقص نہ رہے نہ اس سے کوئی عیب نہ ہوتا ہے  
 زندہ ہے کیونکہ اس سے مختلف افعال و اعمال کا صدور  
 ہوتا ہے اور وہ تمام امور و اشیاء کو جانتا ہے۔ (اور یہ  
 اس کی حیاۃ و زندگی کی ناقابل رد دلیل ہے۔ خلاصہ  
 کلام یہ ہے کہ ہم میں تو مختلف خارجی آلات و  
 اسباب کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہاں صرف اس کی  
 بسیط ذات ان سب کے قائم مقام ہے پس جو چیز کسی

اسے متکلم و الکلام کہا گیا ہے۔  
 ہسکون بآلات و ادوات و  
 کلامہ تعالیٰ ابجدہ الاصوات  
 فی اتی فی ارادہ القضاء الکلام فی  
 نفس ملک او نبی او ظہر  
 ذلک فلا یقوم بہ و لا یحتاج  
 فی ذالک الی آلیہ و ہو حادث  
 و ہو من صفات فعلہ و ما ہو  
 کمال ذاتی من ذلک لہو  
 قدرتہ تعالیٰ علیٰ ابجدہ الکلام او  
 علمہ بحدلولاتہ و ہما قدیمان من  
 صفاتہ الذاتیہ غیر زائدہ علی ذاتہ  
 تعالیٰ و ہکذا فی جمیع صفاتہ فلا  
 تنف عنہ تعالیٰ الصفة و لا تنبت لہ  
 ما یوجب نقصاً و عجزاً  
 ثم اعلم انہ صادق لا یجوز

ہستی کی طرح کا کمال ہے یعنی مدرک اور عالم ہونا وہ  
 اس کے لیے ثابت ہے اور جو چیز باعث نقص ہے  
 یعنی آیات و کیفیات کا محتاج ہونا وہ اس سے مبرا  
 ہے۔ اسی طرح تم یہ تو کہو کہ خدا متکلم ہے مگر جب ہم  
 کلام کرتے ہیں تو اسباب و آلات (زبان، منہ  
 وغیرہ) کے محتاج ہوتے ہیں لیکن خدا کے کلام کرنے  
 کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ جس چیز میں چاہے کلام  
 (یعنی حرف اور آواز) پیدا کر دیتا ہے یا فرشتہ اور نبی  
 کے نفس میں کلام القا کر دیتا ہے۔ پس یہ کلام نہ تو خدا  
 کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں  
 وہ کسی کہ وہب وغیرہ کا محتاج ہے، یہ صفت (کلام)  
 حادث ہے (نہ قدیم) نیز یہ صفات فعل میں سے ہے  
 (نہ کہ صفات ذات سے) الغرض اس سلسلہ میں جو کچھ  
 خدا کا ذاتی کمال ہے وہ یہ ہے کہ خدا کلام کے ایجاد  
 کرنے پر قادر مطلق ہے یا کلام کے مدوں و منتہا کا  
 علم رکھتا ہے اسے یہ قدرت اور علم خدا کے صفات  
 ذاتیہ میں سے ہیں اور قدیم ہیں حادث اور زائد  
 بر ذات نہیں، یہی قانون تمام صفات خداوندی میں  
 برابر جاری و ساری ہے کہ نہ تو اس سے اصل صفت  
 کمال کی نفی کرو اور نہ ہی اس کے لیے وہ کیفیت  
 ملہفت کرو جو اس کیلئے باعث نقص و عیب ہو، نیز یہ

اس اجمال کی بقدر ضرورت تشریح یہ ہے کہ خداوند عالم کی صفات کی قسم قسمیں ہیں،  
 (۱) ہمیشہ اس کے لیے ثابت ہوگی

عليه الكذب

بھی معلوم رہے کہ خداوند عالم صادق ہے اس کے لیے کذب (تھوٹ) روا نہیں ہے۔

حدیث عالم کا بیان

یہ اعتقاد رکھنا لازم ہے کہ عالم یعنی خدا کے سوا جو کچھ ہے وہ حادث ہے یا اس معنی کہ اس میں اس کی ابتداء موجود ہے (جس سے قبل وہ موجود نہ تھا) اور وہ تاویل لفظ ہے جو طہرین کیا کرتے ہیں کہ دنیا حادث ہے (مگر ہمارے قدم ہے یا افراد کے اعتبار

ثم لا بد ان تعتقد ان العالم حادث اي جميع ما رى الله بمعنى انه ليس له وجود في الاول الى حد

(۲) کبھی بھی اس کے لیے ثابت نہ ہوں گی

(۳) کبھی ثابت ہوگی اور کبھی۔ پہلی قسم کا تعلق چنانکہ وہ تباری تعالیٰ سے ہے اس لیے انہیں صفات

ذاتیہ، صفات کمالہ، صفات حمیلہ، صفات حقیقیہ اور صفات ذات الاضادہ کہا جاتا ہے جیسے علم، قدرت، حیات وغیرہ، یہ صفات بھی ذات ہیں یعنی ذات و صفات میں کبھی جدائی تصور بھی نہیں یہاں تک کہ اس سے یہ بھی واضح ہو جائے کہ جس طرح ذات اخذ صف کی اصل حقیقت تک ہمارے عقل کی رسائی ممکن نہیں ہے اسی طرح ان صفات کی کتب حقیقت تک بھی ہمارے الہام کی رسائی ممکن نہیں ہے بہر جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا عالم ہے تو دراصل مقصد یہ بیان کرنا ہوتا ہے کہ وہ جاہل نہیں ہے۔ اور جب یہ کہتے ہیں کہ وہ قادر ہے تو اس سے ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ وہ عاجز نہیں ہے، وہی اھذا القیاس جہاں تک خدا کے علم و قدرت کی حقیقت کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ادراک کی حدود سے ماوراء ہے۔ دوسری قسم کی صفات کو صفات سلبیہ اور صفات جلاہ بھی کہا جاتا ہے جیسے یہ کہ خدا جسم نہیں رکھتا، کسی چیز میں حوال نہیں کرتا اور فعل فیج نہیں کرتا وغیرہ۔ اور تیسری قسم کو صفات فعلیہ اور صفات اضافات کہہ جاتا ہے کیونکہ اس کا تعلق خدا و جب عالم کے فعل کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کہ وہ خالق و رازق اور موجد و مہر ہے، جب خدا نے یہ کام پورا انجام نہیں دیے تھے تو اس وقت ہاں فعل خالق و رازق و مہر نہیں تھا اور اس سے کوئی نقص بھی لازم نہیں آتا، ہاں جب یہ کام انجام دے تو خالق و رازق کہلایا، اس سے زیادہ وضاحت و صراحت کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

وهذا القدر كاف للخواص لفصل عن العوام كما لا يخفى على اولي الالهام (متعلق عن)

و ينقطع لا على ما أوله  
الملاحدة من الحدوث الذاتى  
فان على المعنى الذى ذكرنا  
اجماع جميع المتأين والاختيار  
به منظار فرة معوالة والقول  
بقدم العالم <sup>و كذا القول</sup>  
القديم و الهولوى القديم كما  
يقول الحكماء كفر

ثم اعلم ان انكار ما علم ثبوته  
من الذين ضرورة بحيث لا يحصى  
على احد من المسلمين الا ما شد  
كفر يستحق مكروه القتل  
و هي كثيرة كوجوب

الصلوات الخمس و اعداد  
ركعاتها و اوقاتها فى الجملة و  
اشتمالها على الركوع و السجود

سے حادث ہے اور نوع کے لحاظ سے قدیم ہے) اسی  
طرح ابد کے لحاظ سے بھی اس کی انتہا موجود ہے جس  
کے بعد وہ نہ ہوگا۔ عالم کے حادث ہونے کا جو مفہوم  
ہم نے بیان کیا ہے اس پر تمام اہل ادیان و مل کا  
اجماع و اتفاق ہے اور اس کے بارے میں اخبار  
متکافروہ و متواترہ موجود ہیں۔ عالم کو قدیم سمجھنا یا عقول  
قدیمہ (جنہیں عقول عشرہ کہا جاتا ہے) کا قائل ہونا یا  
ہیولی (ماذہ) کو قدیم جانا جیسا کہ فلاسفہ و حکماء کا  
اعتقاد ہے بالکل کفر ہے، (کیونکہ خداوند عالم کے سوا  
کوئی چیز قدیم نہیں ہے)

ضروریات دین کا بیان اور ان کے انکار  
کرنے کے احکام

جاننا چاہیے کہ جس چیز کا دین اسلام سے ہونا  
اس طرح یا ضرورتاً یا لہد بہت ثابت ہو کہ سوائے  
کسی شاد و ناوار فرد کے اور کسی بھی مسلمان پر مخفی نہ ہو  
(اور نہ کسی نے اس کی صحت اور اس کے ثبوت میں  
اختلاف کیا ہو) اس کا انکار کرنا کفر ہے اور اس کا منکر  
قتل کا سزاوار ہوتا ہے۔

اور یہ ضروریات دین بکثرت ہیں جیسے نماز پنجگانہ کا  
وجوب، ان کی رکعتوں کی تعداد (جو کہ سترہ ہے) ان

لہ دین اسلام سے خارج اگر مرتد ملی ہے تو پہلے اسے توبہ کرائی جائے گی، اگر کرے تو نبھا ورنہ قتل کر دیا  
جائے گا اور اگر مرتد فطری ہے تو بہر حال واجب القتل ہے۔ (منہ عفی عنہ)

کے اجمالی اوقات اور ان کا رکوع و سجود بلکہ علی الاظہر ان کا تکبیرۃ الاحرام، قیام اور قرائت پر مشتمل ہونا اور ان کا اجمالاً مشروط۔ بطہارت ہونا (قطع نظر اس سے کہ اس طہارت کی کیفیت کیا ہے؟) غسل جنابت و حیض بلکہ علی الاظہر غسل نفاس کا واجب ہونا بلکہ ایک احتمال کے مطابق پاخانہ پیشاب اور ریح کا مہطل و مضر ہونا یا جیسے غسل میت، نماز جنازہ اور نفی میت کا وجوب اور رکوع و رکعت کا وجوب کے روزوں کا واجب ہونا، اور معمول کے مطابق کھانے پینے اور قانوبہ فطرت کے موافق عورت کے ساتھ مباشرت کرنے کا مہطل روزہ ہونا، حج کا وجوب، اور اس کا طواف بلکہ مفاد مردہ کے درمیان سعی کرنے، احرام باندھنے، بقیع عرفات و مشعر عرفہ کرنے، بلکہ ایک احتمال کے مطابق حج کا اجمالاً قربانی کرنے سرمنذات اور کثرت مارنے پر مشتمل ہونا ماس سے کہ (یہ امور) واجب ہوں یا مستحب۔ اظہر یہ ہے کہ اجمالاً جہاد کا وجوب بھی ضراریات دین میں داخل ہے (قطع نظر اس وجوب کے شرائط کے) اسی طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے اور فقراء و مسکین کو صدقہ دینے کا رائج و افضل ہونا، علم اور اہل علم کے فضل و کمال کا اقرار کرنا، نفع دہندہ صدقات کی فضیلت اور نقصان دہندہ جھوٹ کی مذمت، زنا و لواطت اور شراب خوری کی حرمت۔ ہاں ابستہ نیز کی

بل تکبیرۃ الاحرام و القیام و القرائۃ علی الاظہر و اشتراطها بالظہارۃ مجملأ و وجوب العمل من الجنابة و الحيض بل النفاس علی الاظہر بل کون الغائط و البول و التریح ناقضاً لذو صوء علی احتمال و کون وجوب غسل الاموات و الصدقة علیہم و دلتہم و وجوب الزکوۃ و صوم شہر رمضان و کون الاکل و الشرب المعتادین و الجماع فی قبل المرأة ناقضاً و وجوب الحج و اشتمالہ علی الطواف بل السعی بین الصفا و المروۃ و الاحرام و الوقوف بعرفات و مشعر بل الذبح و الحلق و الترمی فی الجملة اعم من الوجوب و الاستحباب علی احتمال و وجوب الجہاد فی الجملة علی الاظہر و رجحان الجماعة فی الصلوة و الصدقة

علی المساکین و فضل العلم و  
 اہلہ و فضل الصدق النافع و  
 مرجوحۃ الکذب الفیر النافع و  
 حرمة الزنا و اللواط و شرب  
 الخمر دون السب لانه مما لا  
 یجمع علیہ المسمون و اکل لحم  
 الکلب و الخسیر و الدم و الميتة و  
 حرمة نکاح الامہات و الاحوات  
 و البنات و بنات الاح و بات  
 الاخت و العفات و الحالات بل ام  
 الزوجة و اختها معها علی الاظهر و  
 حرمة الزنا فی الجملة علی  
 احتمال و حرمة الظلم و اکل مال  
 الفیر بلا جهة تحللہ و حرمة القتل  
 بغير حق بل مرجوحۃ السب  
 و القذف و رجحان السلام و ردہ  
 علی الاظهر و رجحان ہزالوالدین  
 و مرجوحۃ عقوبتهما بل رجحان  
 صلة الارحام علی احتمال و غیر  
 ذالک مما اشتهر بینہم بحیث لا

حرمت ضروریات دین سے نہیں ہے کیونکہ اس کی  
 حرمت پر تمام اہل اسلام کا اجماع و اتفاق نہیں ہے  
 بلکہ بعض اسلامی فرقوں کے نزدیک جائز ہے۔ (۱) عینے  
 اور خنزیر، خون اور مردار کے گوشت کی حرمت اور درج  
 ذیل عورتوں سے نکاح کا حرام ہونا۔ (۲) ماکیں۔  
 (۳) مہنیں (۴) بیٹیاں۔ (۵) بہنیاں۔ (۶) خالائیں بلکہ علی الاظهر  
 زوجہ کی ماں (ساس) اور زوجہ کی موجودگی میں اس کی  
 بہن (سالی) سے نکاح کرنا، علی الاحتمال فی الجملة سود کا  
 حرام ہونا اور بلا جواز شرعی کسی کا مال کھانے اور بدو  
 شرعی کسی کو قتل کرنے کی حرمت، بلکہ کسی کو گالی دینے،  
 تہمت دینا لگانے کی مرجوحیت اور علی الاظهر سلام  
 کرنے اور سہمہ کا جواب دینے کا رجحان، اسی طرح  
 والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت اور ان کی  
 نافرمانی کر کے کی رذیلت، بلکہ بناء بر احتمال صلہ رحمی  
 کرنے کا رجحان وغیرہ اس ضروریات الاسلام جو  
 اس طرح تمام اہل اسلام میں مشہور و مسلم ہیں کہ  
 سوائے کسی شاذ و نادور شخص کے اور کوئی بھی ان میں  
 شک و شبہ اور انکار نہیں کرتا۔ (واللہ الموفق)

ضروریات مذہب کا بیان اور ان کے انکار  
 کے احکام۔

باقی رہے وہ امور جن کا بطریق مذکور مذہب



يشك فيه إلا من شدّ مهم

أما النكار ما علم ضرورة من  
مذهب الإمامية فهو يلحق فاعله  
بالمخالفين و يخرجهم عن الصلوات  
بدين الأئمة الطاهرين صلوات الله  
عليهم أجمعين كما دلت الأئمة الأئمة  
عشر و فصلهم و علمهم و وجوب  
طاعتهم و فصل ربايتهم و أما  
مؤذنتهم و تعظيمهم في الحملة

فمن ضروريات دين الاسلام و  
منكره كافر كالنواصب و  
الخوارج و مما عد من ضروريات  
دين الإمامية استحلال المتعة و حجب  
التمتع والبرائة من . . .

و معاوية و يزيد بن معاوية و  
كل من حارب امير المؤمنين او  
غيره من الأئمة و من جميع قتل  
الحسين عليه السلام و قول حتى  
على خير العمل في الاذان

امامیہ کی ضروریات سے ہونا ثابت ہے، ان کا انکار  
کرنے والا نصب الی بیت سے خارج ہو جاتا ہے  
(اگرچہ اسلام کے دائرہ میں داخل رہتا ہے) اور  
نفاذین کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے، جیسے کہ ائمہ  
اثنا عشر کی امامت، ان کے علم و فضل اور کمال و  
جلال، ان کی اطاعت و اتباع کے واجب ہونے اور  
ان کی زیارت کی فضیلت کا انکار کرنا لیکن جہاں تک  
ان کی محبت و موافقت اور تعظیم و تکریم کا تعلق ہے تو وہ  
ضروریات دین میں سے ہے اور جو اس کا منکر ہے  
جیسے ناصبی اور خارجی وہ کافر ہے۔ مجتہدین امور کے  
جس کو مذہب شیعہ کے ضروریات میں سے شمار کیا گیا  
ہے، متحدہ لہ اور حج تمتع کو حلال سمجھنا بھی ہے، نیز  
لڑاں لڑاں، لڑاں و یرید و اس کے باپ اور ہر  
اس شخص سے بیزاری اختیار کرنا ہے جس نے جناب  
امیر المؤمنین یا دیگر ائمہ طاہرین میں سے کسی کے  
ساتھ جنگ و جدال کیا ہے، اسی طرح جناب امام  
حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے براہت ظاہر کرنا  
اور اذان میں کلمہ حی علی خیر العمل کہنا بھی ضروریات  
مذہب میں داخل ہے۔ (الی غیر ذلک من  
ضروریات المذہب)

اس مسئلہ اور درج ذیل مسائل میں جو حضرات تفصیلی دلائل اور سیر حاصل بحث دیکھنے کے خواہشمند  
ہوں وہ ہماری کتاب تجلیات صداقت، باب کتاب ہدایت کی طرف رجوع فرمائیں۔ (مرفعی ص ۷)

### محنت نبی و ائمہ کا بیان

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ  
 خدی علیہم السلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے  
 کہ وہ ازل سے لیکر آخر عمر تک (الغرض مہد سے لے  
 تک) ہر قسم کے صغیر و کبیرہ گناہوں سے معصوم و  
 مطہر ہیں اور یہی اعتقاد باقی تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ  
 مقررین کے متعلق رکھنا بھی ضروری ہے۔

فضائل ائمہ اہل بیت علیہم السلام:

یہ بزرگوار تمام مخلوقات خداوندی سے اشرف و  
 اہل ہیں اور (سوائے خاتم الانبیاء کے باقی) تمام  
 انبیاء و مرسلین اور ملائکہ و مقربین سے افضل ہیں اور  
 وہ گزشتہ اور قیامت تک کے آئمہ (حتی) حالات  
 اور واقعات سے باخبر ہیں۔

لم لا بدان تعتقد فی انبی و  
 الانمة انهم معصومون من اول  
 العمر الى آخره من صفات الذنوب  
 و كبائرہا و كذا جميع الانبياء و  
 الملائكة

و انهم اشرف المخلوقات  
 جميعاً و انهم افضل من جميع  
 الانبياء و جميع الملائكة و انهم  
 يعلمون عدم ما كان و علم ما يكون  
 الى يوم القيامة

۱۔ مسئلہ علم امام اسلام کے معرکہ الآرامساں میں سے ہے اس میں کسی قسم کے اختلافات پائے جاتے  
 ہیں۔ کیا امام کا علم حضوری ہے یا حصولی؟ بخود ہی ہے یا نہیں؟ امام علم غیب جاتے ہیں یا نہ؟ ان تمام امور کی  
 تفصیلات مع دلائل ہم نے "اصول الشریعہ فی مظاہر الشہد" میں درج کر دی ہیں ان تمام تفصیلات و  
 تحقیقات کا جامع خلاصہ یہ ہے کہ ان ذوات مقدسہ کا علم وہی اور حصولی ہے نہ کہ حضوری، ہاں البتہ جہاں تک  
 علم شریعت کا تعلق ہے اسے تو وہ بالفعل جانتے ہیں اور جہاں تک کوئی بات اور ماکاں و مایکوں کا تعلق ہے تو  
 اس کے متعلق ان کا علم ارادی ہے یعنی بعض کو بالفعل جانتے ہیں اور بعض کو بالقوۃ ہاں طور کہ جب شری سے  
 شریا تک جس چیز کے متعلق معلوم کرنا چاہیں تو اسے با عدم اللہ معلوم کر لیتے ہیں چنانچہ استاد المجتہدین  
 آقائے سید ابراہیم علی اللہ مقامہ "ضوابط الاصول" جلد اس ۲۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں "اتفاق الاہامینہ  
 علی کون علم الامام ارادہاً لا فعلیاً حضورہا" یعنی فرقہ امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام کا علم  
 ارادی ہے نہ کہ فعلی و حضوری۔

|  |   |
|--|---|
| نیز ان کے پاس سابقہ انبیاء کے آثار و تحرکات اور کتب و بیانات موجود ہیں جیسے تورات، انجیل زبور اور آدم و ابراہیم اور عیسیٰ کے صحیفے جناب موسیٰ کا عصا، جناب سلیمان کی انگوٹھی جناب ابراہیم کی قمیص، تابوت یکینہ، الوح (موسوی) وغیرہ (الغرض سب انبیائے سلف کے تحرکات ان کے پاس موجود ہیں) اور ان ذوات مقدسہ میں سے کسی مجاہد کا جہاد ہو یا قاعدہ (خانہ نشین) کا قہر، مطلق (بولنے والے) کا نطق ہو یا ساکت و صامت کا سکوت (غرض کہ) ان کے تمام افعال، احوال اور اقوال حکیم خدوندی کے مطابق ہوتے ہیں۔ (ہل عباد مکرمون لا یسقونہ بالقول و ہم ہامرہ بعملمون) جو کچھ جناب رسول خدا (مجاہد اللہ) جانتے تھے، آپ نے وہ سب کچھ جناب میر علی اسلام کو تعلیم دے دیا | و ان عملهم آثار الانبياء و كتبهم كالتوراة والانجيل والزبور و صحف آدم و ابراهيم و شيث و عصا موسى و خاتم سليمان و قميص ابراهيم و التابوت و الالواح و غير ذلك و انه كما كان جهاد من جاهد و يعود من بعد عن الجهاد و سكوت من سكنت و نطق من نطق و جميع افعالهم و احوالهم و اقوالهم بامر الله و ان كلما علمه رسول الله علمه عبدا |
|--|---|

”اصول کافی“ میں یہ ایک باب اس عنوان کا موجود ہے ان الامام اذا ارادوا بعلم شيئا اعلمه الله۔ اسی طرح صالح ”بحار، انوار“ اور ”بصائر الزجات“ میں اس قسم کی متعدد احادیث موجود ہیں اور جہاں تک کلمی و نحووی کی بحث کا تعلق ہے تو مگر ان کے علم کو ہمارے علم سے نسبت دی جائے تو یقیناً کلمی ہے اور اگر اسے علم خدوندی کے بالمقابل دیکھا جائے تو بخوبی نظر آتا ہے۔ (ولا يحيطون بشئ من علمه الا بما شاء)

اسی طرح گو وہ باعلام، اللہ بہت سے معنیات پر مطلع ہیں مگر ان کو ”عالم الغیب“ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ شرعی اصطلاح کے مطابق عالم الغیب کا مذاق اس ذات واحد دیکھا پر کیا جاتا ہے جس کا علم کلمی و احوالی ہو اور ذاتی ہو اور وہ صرف اور صرف خالق کائنات کی ذات ہے۔

هذا هو الصراط المستقيم فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن صبيته۔ (من غنی عنہ)

و کذا کل لاحق یعلم جمیع  
 علم السابق عند امامتہ و انہم  
 لا یقولون برائی ولا اجتہاد بل  
 یعلمون جمیع الاحکام من اللہ  
 و لا یجھلون شیئاً یستلزم عنہ  
 و یعلمون جمیع اللغات و جمیع  
 اصناف الناس بالاسمان و  
 الکھمر و یعرض علیہم اعمال  
 ہذہ الامۃ کل یوم ابراہا و  
 فہارہا

ولا تعفد انہم یحقوا العالم ہامر  
 اللہ فالانہ قد نہیا فی صحاح الاخبار  
 عن القول بہ ولا عبرۃ بمارواہ  
 البرمی و غیرہ من الاخبار الضعیفہ و

اسی طرح ہر آنے والا امام جب ظاہری مہدۃ امامت  
 پر فائز ہوتا ہے تو اپنے پیشرو امام کے تمام علم کا عالم  
 ہوتا ہے۔ یہ بزرگوار ذاتی رائے واجتہاد سے مسائل  
 بیان نہیں کرتے بلکہ منجانب اللہ تمام احکام (مسائل)  
 حلال و حرام کو جانتے ہیں اور ان سے جس چیز کا  
 سول کیا جائے وہ اس سے ناواقف نہیں ہوتے۔  
 (المحجۃ من لا یقول لا ادری) وہ تمام زبانیں  
 جانتے ہیں اور تمام لوگوں کو کفر و ایمان کے ساتھ  
 پہچانتے بھی ہیں اور ہر روز اس امت کے نیکو کاروں  
 اور بدکاروں کے (نامہائے) اعمال ان کی بارگاہ  
 میں پیش کیے جاتے ہیں۔  
 تنویض کی نفی کا بیان۔

یہ عقیدہ ہرگز نہ رکھو کہ ان ذوات عالیہ نے خدا  
 کے حکم سے اس کائنات کو پیدا کیا ہے کیونکہ صحیح السند  
 اخبار و آثار میں ہمیں یہ عقیدہ رکھنے سے منع کیا گیا  
 ہے شیخ رجب بری وغیرہ نے اس سلسلہ میں جو بعض  
 ضعیف اخبار نقل کیے ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہیں  
 اور ان کیلئے سہولتیاں جابر نہیں ہے۔

۱۔ اقوام عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح و آشکار ہوتی ہے کہ عامۃ الناس ہمیشہ اپنے  
 پیشواؤں اور رہنماؤں کی محبت میں افراط کا شکار رہے ہیں یعنی محبت کے لطف جوش و جذبہ میں آکر ان کو ن  
 کے حدود سے بڑھاتے رہے ہیں۔ یہی جذبہ تھا جس نے یہودیوں سے جناب عزیر اور عیسائیوں سے  
 جناب عیسیٰ کو "ہن اللہ" کہوا دیا اور ان کی ریکھادیکھی بعض نام نہاد مسلمانوں نے جناب رسول خدا اور علی  
 المرتضیٰ کو خدا کی کے درجہ تک پہنچایا اور بعضوں نے گو ان ذوات عالیہ کو خدا تو نہ کہا مگر وہ بھی ان کو خدا کی  
 صفات و کمالات کا حامل قرار دیکر غلو و تنویض کے سمندر کی آغوا گہریوں میں گر گئے۔ فضلو و افضلو اکثر!۔

لا يجوز عليهم التهور والسيان

و ماورد به من الاخبار محمولة

على النجاسة

و يجب عليك ان تفر

بالمعراج الحساسى و انه عرج

بهذه الشريف و تجاوز عن

اس سلسلہ میں جو بعض اخبار وارد ہیں (جن سے ان کا سہولت یافتہ ظاہر ہوتا ہے) وہ تنقید پر محمول ہیں۔ (کیونکہ مخالفین اس کے قائل ہیں)۔

معراج جسرنی کا تذکرہ

معراج جسرنی کا عقیدہ رکھنا واجب ہے یعنی

یہ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے

بدن شریف کے ساتھ (عالم مکاں کی آخری حد،

قاب قوسین یا اونٹنی کی منزل تک) تشریف لے

جس طرح مذکورہ سجادہ مسعودہ راق و افاقہ طریقیوں کو خالق قرار دیتا اور خدا کا انکار کرنا کھلم کھلا

نہو ہے (جو سراسر کفر و الحاد ہے) اسی طرح یہ نہا کہ خدا سے تو صرف سرکار محمد و آل محمد کو خلق کیا ہے بعد

ازاں من حضرات نے اس کائنات کو خلق کیا ہے اور یہ کہ خدا سے نظام کائنات چلانے کا کام ان اداست

عانیہ کے سپرد کر دیا ہے، اب یہی برہمگوار خلق کرتے، برقی دیتے، درماتے دھلاتے ہیں یہ کھلم کھلا

"تفویض" ہے (جو غلط کا ایک شعبہ و حصہ ہے) یہ عقیدہ باحق تعالیٰ حق باطل و مائل ہے۔ قرآن اور

پورا دفتر حدیث اس کے بطلان کے دلائل سے بھٹک رہے۔ یہ مضمومین سے من فاسد عقیدہ رکھنے

والوں کو کافر، مشرک اور ملعون قرار دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا

جاتا ہے کہ آیا خلق و برقی وغیرہ امور خدا نے آپ کے سپرد کر دیے ہیں؟ آپ جواب میں فرماتے ہیں: لا

والله ما فوض الله الى احد من خلقه لا الى رسول الله و لا الى الاممة عليهم السلام خدا

کی قسم خدا نے کسی بھی مخلوق کو یہ امور سپرد نہیں فرمائے، نہ رسول خدا و نہ ائمہ اہل بیت کو

(کنایہ الموحدين جلد ۱ ص ۲۳۷) حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: و من دعاه ان الله عز و

جل فوض امر الخلق و البرقي الى حبيبه فقد لال بالتفويض و القائل بالمعراج كالفرو

القائل بالتفويض مشرک۔ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ خدا نے پیدا کرنے اور روزی دینے کا سامان اپنی

مجتوں (نبی و اہم) کے سپرد کر دیا ہے، وہ تفویض کا قائل ہے جو جبر کا قائل ہے وہ کافر ہے اور جو تفویض کا

قائل ہے وہ مشرک ہے۔ (مکمل الہاد ج ۳ ص ۳۷۲ راجع بحار الانوار ص ۳۵۸)

بعض لوگ اپنے اس فاسد عقیدہ کو "ہا ذن اللہ" "ہا مزللہ" کے بیچ کا سہارا دیتے ہیں حالانکہ یہ تار

مکھوت سے بھی زیادہ کمزور سہارا ہے۔ بعض احادیث معتبرہ میں بالخصوص اس بات کی نفی وارد ہوئی ہے۔

|  |   |
|--|---|
| <p>مگئے اور آسمانوں سے آگے نکل گئے۔ فطیموں کے شہادت پر کان نہ دھرو جو وہ اندک میں خرق و التیم کی نفی پر پیش کیا کرتے ہیں کیونکہ وہ بالکل ہی غور سے اور کمزور ہیں۔ عقیدہ معراج ضروریات دین میں سے ہے اس لیے اس کا انکار کفر ہے۔</p> <p>تسلیم و رضا کا بیان</p> <p>یہ بھی ضروری ہے کہ تمہارے دینی پیشواں</p> | <p>السفوت و لا تصع الی شبہ<br/>الحکماء فی معی الخرق و الالہام<br/>علی الالاک لانہا و اہیہ ضعیفہ<br/>و المعراج من ضروریات الدین و<br/>انکارہ کفر</p> <p>و ان تکون فی مقام التسلیم فی</p> |
|--|---|

چنانچہ ص ۳۷ طبع حیدرآباد میں ۳ پر ہوا کہ "بھارالانوار" اور "مدیۃ سلطان" جلد ۳ ص ۸۷ طبع نکتہ پر حضرت امام حضرت باقر علیہ السلام کی یہ حدیث شریف موجود ہے، فرمایا میں قال معی الحالون یا امر اللہ فقد کفر۔ جو شخص یہ عقیدہ منہ سے کہہ خدا کے حکم سے پیدا کرتے ہیں وہ کافر ہے۔ انہیں حقائق کی بناء پر سرکارِ عالم سے یہ فرمایا ہے کہ یہ عقیدہ ستر نہ رکھو کہ ان پر رگوں نے اللہ کے اذن و امر کے ساتھ اس عالم کو پیدا کیا ہے کیونکہ صحیح سند روایات میں یہ یہ عقیدہ رکھنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے اور جو بعض آثار ان حقائق کے خلاف نقل کیں تو ان کو کہ وہ حدیث املو نہ کی پیداوار ہیں جیسے خطبہ البیان و امثالہ کے متعلق قوام بھار اشہر آئمہ اطہر سرکارِ عالم علیہ السلام نے فرمایا ہے "معلق" بھار الانوار" ص ۳۶ اور یہاں بھی شیخ رجب برسی جیسے صاحب اہل قسم کے مؤرخین کی روایات پر تصدیق دیا ہے کہ وہ ناقابل اعتبار ہیں اور بھار الانوار کے مقدمہ میں شیخ رجب "وصوفی" "انوار النبی" پر تبصرہ کرتے ہوئے بھی ایسا ہی قائل فرمایا ہے کہ وہ فرماؤ غلو پر مشتمل ہے ولا یسک مثل عیور۔ ہر قسم کی افراط و تفریط سے محفوظ اور صحیح عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز کا مرکز خدا ہو، عالم کی ذات کو سمجھا جائے اور وہاں تک رسائی کا ذریعہ اور وسیلہ اور اس کی بارگاہ معلیٰ میں شفع سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کو سمجھا جائے۔ (یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ و ابصروا الیہ الوسیلۃ)۔ (منہ علی ص ۱)

۱۔ اس شہادت کی بنیاد نظام بطیموں پر قائم ہے اور عقلیات کے متعلق "ج" اس نظام کی وجہ سے فضا سے سید میں بکھر چکی ہیں۔ لہذا سائنس کی موجودہ ترقی کے دور میں جبکہ لوگ چاند پر اپنی محنت کا پرچم ہرانے کے بعد آج زبرہ و مرجخ پر جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں، خطر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے معراج جسمانی کی محنت و صداقت محتاج بیان نہیں رہی بلکہ اسے چار چاند لگ گئے ہیں۔ (منہ علی ص ۱)

اور حقیقی رہنماؤں کی طرف سے جو کچھ تم تک پہنچے تم  
مقام تسلیم میں رہو اگر اس کی اصل حقیقت تک  
تمہاری عقل و فہم کی رسائی ہو جائے تو اس پر تفصیلی  
ایمان لاؤ ورنہ اجمالی ایمان پر اکتفا کرتے ہوئے  
اس کا حقیقی علم و مفہوم انہیں ذوات مقدسہ کے سپرد  
کرو۔ خبردار اکہیں اپنی کمزوری عقل کی وجہ سے ان  
کے اخبار و آثار کو رو نہ کرنا، شاید (فی الواقع) وہ  
انہیں کا ارشاد ہو جسے تم اپنی کج فہمی سے ٹھکراؤ اور  
اس طرح عرشِ غلا پر تکذیبِ خدا کے جرم کے  
مرکب قرار پاؤ جیسا کہ حضرت صادق آلِ محمدؑ نے  
فرمایا ہے۔ محلی نہ رہے کہ ان حضرات کے علوم بڑے  
عجیب اور الطوار بڑے غریب ہیں جن (کی تہہ)  
تک ہمارے عقل و فہم کی رسائی نہیں ہو سکتی اس  
سے اس سلسلہ میں جو کچھ ہم تک پہنچے اس کا رد کرنا  
جائز نہیں ہے۔

حضور معصومین عند الحضرین کا بیان

یہ اقرار کرنا بھی واجب ہے کہ ہر مرنے والے  
کے پاس خواہ وہ نیکو کار ہو یا بدکار، مؤمن ہو یا کافر  
تا بکار، جناب رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ حاضر ہوتے  
ہیں (یعنی مرنے والا ان کی زیارت سے مشرف  
ہوتا ہے) اور شفاعت کر کے اہل ایمان پر سکراتِ  
موت اور اس کے شہادت کو آسان کر کے ان کو فائدہ  
پہنچاتے ہیں اور منافقین و دشمنانِ اہل بیت کے

کل ما وصل الیک من موالیک  
فان ادبرکھ فہمک و وصل الیہ  
عقلک توصل بہ تفصیلاً و الا فتوصل  
بہ اجمالاً و ترد علمہ الیہم و  
اناک ان ترد شیئاً من اخبارہم  
لضعف عقلک لعلہ یکون منہم  
و ردتہ سوء فہمک فکذب  
اللہ فوق عرشہ کما قال الصادق  
علیہ السلام و اعلم ان علومہم  
عجیبة و اطوارہم غریبة لا یصل  
الیہا عقلنا و لا یجوز لنا ردہ ما  
وصل الیہا من ذالک

ثم اعلم انه یجب الاقرار  
حضور النبی و الائمة الاثناء عشر  
علیہم السلام عند موت الابوار و  
العبار و المؤمنین و الکفار فیفعلون  
المؤمنین بشفاعتہم فی تسہیل  
غمرات الموت و سکراتہ علیہم و

یشتدوں عنی المناقب و مفضی  
 اهل البیت علیہم السلام و ورد فی  
 الاخبار ان الماء الذی یسیر من  
 اعین المؤمنین عند الموت و مومن  
 شدة فرحهم سرورهم بوزیة النبی و  
 الأئمة و یجب الاقرار بذلك  
 مجملاً لا یلزم التفکر فی کلمة  
 ذالک انهم فی الاجساد  
 الاصلیة المثالیة او بغير ذالک ولا  
 یجوز التأویل بالعلم و استفاش الضرور  
 فی القوی الحیالیة فانه تحریف لما  
 ثبت فی الذنوب و تصحیح لمقاله  
 المؤمنین

شدائد و مصائب میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔  
 بعض اخبار میں وارد ہے کہ موت کے وقت اہل  
 ایمان کی آنکھوں سے جو پانی بہتا ہے وہ جناب  
 رسول خدا اور آئمہ عدا کی زیرت سے حاصل  
 ہونے والی روحانی مسرت و شادمانی کا نتیجہ  
 ہوتا ہے۔ اس بات کا اجمالی اقرار کرنا واجب ہے  
 اور اس (حاضر ہونے) کی کیفیت میں غور و فکر کرنا  
 لازم نہیں ہے کہ آیا وہ بزرگوار اپنے اصلی اجساد و  
 ابدان کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں یا اجساد مثالیہ کے  
 ساتھ یا کسی اور طریقہ سے اس حقیقت کی اس طرح  
 تاویل کرنا جائز نہیں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ  
 اس کو (مرنے والے کا) علم ہوتا ہے یا مرنے والوں  
 کی قوت خیالیہ میں ان کی مقدس صورتوں کا عکس  
 پڑتا ہے کیونکہ یہ کرنا یک ثابت شدہ دینی حقیقت  
 کی تحریف ہے اور اہل ایمان کے عقائد کو پامال  
 کرنے کے مترادف ہے۔

لہٰذا چونکہ ایک جسم کا (خواہ وہ لطیف ہو یا کثیف) ایک آن میں ایک سے زائد مقام پر حاضر ہونا ان  
 محالات عقلیہ اور ناممکناتِ طبیعیہ میں سے ہے جن سے قادر کی قدرت کا تعلق ہی نہیں ہو سکتا اور کوئی معجزانہ  
 طاقت بھی ان کو ممکن بنا کر وجود میں نہیں لاسکتی۔ اُدھر یہ بھی ہوجائے کہ مشہور و مسلم عقیدہ ہے کہ ہر مرنے  
 والا خواہ مومن ہو یا منافق، مسلم ہو یا کافر، نیکو کار ہو یا بدکار مرتے وقت آئمہ اہل بیت کی زیارت سے شرف  
 ضرور ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ ایک آن میں بیسیوں لوگ مرتے ہیں تو اگر وہ ہر مرنے والے کے پاس انجس  
 اصلی تشریف لے جائیں تو پھر یہ شرعی عقیدہ اس محال عقلی والے مسئلہ سے متصادم ہو جائے گا اور علم کلام کا یہ  
 مسلم الثبوت قاعدہ و قانون ہے کہ اگر کہیں کوئی شرعی مسئلہ کسی مسلم عقلی قاعدہ سے متصادم ہو تو بناء پر منسحب



|  |   |
|--|---|
| <p>جسم سے جدائی کے بعد بقاء روح کا بیان۔<br/> یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ روح جسم سے مفارقت و جدائی کے بعد باقی رہتی ہے، (نہ نہیں ہو جاتی) اور اس مادی جسم جیسے جسم مثالی کے ساتھ اس کا تعلق قائم ہو جاتا ہے (جس میں گوشت پوست نہیں ہوتا) اور وہ برابر جنازہ کے ساتھ ساتھ رہتی ہے اور اپنے مشابہت کرنے والوں سے آگاہ رہتی ہے۔ پس اگر وہ مرنے والے مؤمن ہے</p> | <p>و يجب الايمان بان الروح باقى بعد مفارقة الجسد و يتعلق بجسد مثل هذا الجسد و هو مع جنازته و يطلع على مشيبه فان كان مؤمناً يشاردهم فى التعويل ليصل الى ما</p> |
|--|---|

صحت اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا، رم ہے جس سے وہ ظاہری تصادم ختم ہو جائے۔ (قرآنی تشابہات میں بھی یہی قانون جاری و ساری ہے) ایسی وجہ ہے کہ اس مقام پر ہمیشہ علماء اعلام نے اس ظاہری تصادم کو ختم کرنے کے لیے مختلف قسم کی تاویلیں بیان فرمائی ہیں

(۱) حضرت شیخ مفید اور حضرت سید مرتضیٰ علم الہدی نے تو یہ تاویل دی ہے کہ ہر مرے والا مرتے وقت محبت یا عداوت اہل بیت کا شرعاً و تنبیہاً کیا ہے۔ (اہل القادسیہ، شیخ الحداد، الفرائدی)

(۲) بعض علما نے عقاب جن میں خود سرکار نجسی مدیہ المرتبہ بھی شامل ہیں۔ یہ تاویل فرماتے ہیں کہ یہ بزرگوار مرنے والے کے پاس جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں۔ (بحر الانوار جلد ۲ ص ۱۷۷ ص ۱۷۸)

(۳) یہ بزرگوار غالباً عالمیاب کی مانند اپنے مرکز و مستقر پر تشریف لے جاتے ہیں مگر مرنے والے کی بیعتی، اس قدر تیز ہو جاتی ہے کہ وہ اس کو وہاں دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ گویا میرے پاس تشریف فرما ہیں، یہ تاویل بھی خود سرکار نجسی نے سیوم بحار انوار میں "نہ یکن" تکبر ذکر فرمائی ہے۔

(۴) خداوند عالم مرنے والے کے سامنے اس ذات مقدس کی تشاہد مبرا رک پیش کر دیتا ہے اس تاویل کو محدث جلیل سید نعمت اللہ جزائری نے انوار العمانیہ ص ۳۵۱ پر اختیار فرمایا ہے۔

(۵) علماء کرام ہمیشہ ایسے غامض اور کشادہ مقامات پر یہ وہش اختیار فرماتے ہیں کہ شوق محض عقلی استبعاد کی بناء پر ایسے حقائق ثابت کا انکار کرتے ہیں اور شوق ظاہری معنوں کا اقرار کرتے ہیں بلکہ ایسے حقائق پر اجمالی ایمان رکھتے ہیں اور تفصیلی حقائق انہی کے حوالے کرتے ہیں جن کے گھر سے نکلے ہیں،

تو مشایعت کرنے والوں سے ہمدی لے جانے کی  
انتہا کرتی ہے تاکہ ان بلند درجات اور عظیم نعمتوں  
تک پہنچ سکے جو خدا نے اس کے لیے مہیا کر رکھی ہیں  
اور اگر ممکن نہیں ہے تو ان کو خدا کے وسیع دہلیز  
ہے کہ اس کو قبر میں لے جانے میں ہمدی نہ کریں  
کیونکہ خدا نے اس کے لیے جو کچھ عذاب و عقاب  
مہیا کر رکھا ہے وہ اس سے خوف زدہ ہوتی ہے۔ اسی  
طرح وہ برابر فضل دینے والے، اسے اُٹھنے پٹنے  
دینے اور مشایعت کرنے والے کے ہمراہ رہتی  
ہے۔ یہاں تک کہ جب میت کو قبر میں دفن کر دیا  
جاتا ہے اور مشایعت کرنے والے واپس لوٹ جاتے  
میں تب اسے اصلی جسم میں داخل کیا جاتا ہے۔

اعد الله له من الدرجات المرفوعة  
والنعم العظيمة و ان كان مافقاً  
بما شئهم في عدم التعجيل حدوداً  
مما اعد الله له من العقوبات و هو  
مع غامله و مقبلة و مشيعة حتى اذا  
دفن في قبره و رجع مشيوعه و يستقل  
الروح الى جسده الاصلی

چنانچہ خواجہ بھارال نور حضرت علامہ مجلسی سیوم علیہ السلام پر مذکور دہا الامام تاویلات کا ذکر کرنے  
کے بعد تحریر فرماتے ہیں والاحوط والا ولی فی امثل تلک المتشابهات الایمان بها و  
عدم التفرق من لخصوصياتها و تفاصيلها و احاله علمها الى الامام عليه السلام کما ورد  
فی الاخبار النبی اور دہاها فی باب الفسليم واللہ بھدی من بشاء الى صراط مستقیم۔ یعنی  
احمد داؤدی یہ ہے کہ اس قسم کے مشابہات پر (اجمالی) ایمان ضرور رکھا جائے مگر ان کی تصدیق کے متعلق  
بحث نہ کی جائے بلکہ انھیں امام عالی مقام کی طرف لوٹا دیا جائے یہاں علامہ سید عبداللہ شمس نے اپنی کتاب  
"مصباح انوار" جلد دوم ص ۳۷ طبع "انجھ" پر نوادہ فرمایا ہے۔

والاحوط والا ولی الایمان بدالک اجمالاً وایکال العلم التفصیلی الى الله و  
رسوله و خلفائه واللہ العالم بالعطفة

مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہے۔ ہمارا ذاتی رجحان بھی اسی طرف ہے اور ایسے مقامات پر ہمارا ہمیشہ  
ایکی موقف رہا ہے اور ہے اور رہے گا، انشاء اللہ العزیز۔ بہر نوع اس حقائق سے تنازع واضح و عیاں ہو گیا کہ  
اس موضوع کا ثبوت و امام کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے والے غلط عقیدہ کے ساتھ کوئی ربط و تعلق نہیں ہے اور اس  
حضور آئمہ والے عقیدہ سے اس کی گرتی ہوئی دیو و کوسہارا نہیں دیا جاسکتا دھوا مقصود۔ (مد علی عہد)

## قبر میں نکیرین کی آمد:

اس وقت اگر مرنے والے بدکار اور عذاب کا سزاوار ہو تو اس کے پاس منکر و نکیر ہیبت ناک شکل و صورت میں اور نیکو کاروں میں سے ہو تو اس کے پاس مبشر و مبشر خوش آئند شکل و صورت میں آتے ہیں اور اگر اس سے اس کے تمام عقیدے کے بارے میں (بالعموم) اور اماموں کے متعلق (بالخصوص) نام تمام سوال کرتے ہیں، پس اگر کسی ایک امام کے متعلق بھی وہ صحیح جواب نہ دے تو اس کو ایک ایسے آتشیں گرز مار دیتے ہیں کہ اس کی قبر قیامت تک آگ سے جھرجھاتی رہے اور اگر صحیح جواب دے تو اسے خدا کی عنایت و کرم سے خوش خبری سناتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس طرح آرام و سکون کے ساتھ جگ چشم ہو کر سوچ جس طرح عروس حیدر علی میں سوتی ہے۔ ملائکہ کا مقصد اس تذکرہ:

خبردار! اس دو فرشتوں اور ان کے سوال و جواب کی کوئی تاویل نہ کرنا کیونکہ یہ عقیدہ (اپنی مذکورہ بالا ظاہری کیفیت کے ساتھ) ضروریات دین میں سے ہے، ملائکہ کے متعلق محمدین نے جو تاویلات و توجیہات بیان کی ہیں کہ ان سے مراد عقول اور نفوس فلکیہ ہیں ان کی طرف کان نہ دھرو کیونکہ آیات، مظاہرہ اور روایات متواترہ سے یہ

لیجئے الملکان منکرو  
نکیر فی سورة مہیبة ان کان  
معذباً و مبشر و مبشر فی سورة  
حسنہ ان کان من الامراء  
لیسلان عنہ عن عقائدہ الی  
یعتقد من الائمة و احداً بعد  
واحد فان لم یجب عن واحد  
منہم یضربانہ بعمود من نار  
یمتلئ قبرہ نارا الی یوم الصیامة  
و ان اجاب یشترکہ بکرامة اللہ و  
یقولان له نم نومة العروس  
قبر العین

و ایتاک ان تاویل ہذین الملکیں  
وسوالہما فانہ من ضروریات الدین  
و ایتاک ان تصح الی تاویلات  
الملاحدة فی جمیع الملاحکة  
بالعقول و النفوس الفلکیة فانہ قد

تظاهرات الآيات و توالت الأخبار  
 بكونهم اجساماً لطيفةً يقدرّون على  
 التشكّل بأشكال مختلفة و يراهم  
 رسولُ الله و الإنمّة و انهم أو لوا  
 اجسدة مثني و ثلاث و رباع و  
 انهم أكثر خلق الله و اعظمهم و  
 قد وردت الأخبار الكثيرة من  
 كلّ واحد من الائمة في كيفية انهم  
 و عظمهم و غريب حلمهم و  
 شئوهم و اشغالهم و اطوارهم

و يجب ان تعتقد ان السموات  
 غير متطابقة بل من كل مائة الى  
 مائة وخمسة مائة سنة و ما بينهما  
 مملوءة من الملائكة القدود في  
 الاحاديث انه مامن موضع قدم في

حقیقت ثابت ہے کہ فرشتے جسم لطیف رکھتے ہیں  
 اور مختلف شکلیں و صورتیں اختیار کرنے پر قدرت  
 رکھتے ہیں، جن کو جناب رسول خدا اور ائمہ طہری  
 رکھتے ہیں، وہ پر بھی رکھتے ہیں، بعض کے دو دو بعض  
 کے تین تین اور بعض کے چار چار ہوتے ہیں وہ (از  
 روئے تعداد) سب مخلوق خدا سے زیادہ اور (از  
 روئے جسامت) سب سے بڑے ہیں۔ ان کی  
 کیفیت اور بڑائی، عجیب و غریب خلقت، ان کے  
 شغال و خدمات اور اخلاق و اطوار کے بارے میں  
 تہ اظہار کے بہت سے اخبار وارد ہوئے ہیں۔ یہ  
 فلکیات کے متعلق اسلامی نظریہ

یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ آسمان تہہ پہ  
 تہہ نہیں بلکہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک  
 پانچ سو سال کی مسافت ہے، اور اس کا درمیانی حصہ  
 فرشتوں سے بھرپور ہے۔ حادثات میں وارد ہے کہ  
 آسمانوں میں قدم رکھنے کی بھی کوئی سی جگہ نہیں  
 جس میں خدا کی تسبیح و تقدیس کرنے والا کوئی فرشتہ  
 موجود نہ ہو۔

اس سے زیادہ اس عنوان کی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب احسن النواکد  
 فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں۔ (منہ مخفی عنہ)

تہ آسمانوں کی حقیقت اس کی زمین سے زوری اور ان کی باہمی مسافت اور دیگر تمام متعلقہ موضوعات کی  
 تفصیلات معلوم کرنے کے لیے کتاب "البدیع الشام" اردو ترجمہ "الہدیۃ والاسلام" کا مطالعہ بہت سودمند اور  
 مفید ہے۔ بعد اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو ضرور اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (منہ مخفی عنہ)

عصمت ملائکہ کا بیان:

یہ عقائد رکھنا واجب ہے کہ ملائکہ ہر قسم کے گناہ و خطا سے پاک اور معصوم ہیں اور ہر دوت و مروت اور بعض انبیاء کی خطاؤں کے متعلق جو قصے کہانیاں عوام اور بعض اسلامی تواریخ و سیر میں مشہور و مرقوم ہیں وہ ناقابل توجہ ہیں کیوں کہ ان لوگوں نے یہ قصے یہودیوں کی تاریخوں سے خذ کیے ہیں۔ ہمارے اخبار میں ان کی رد کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں وارد شدہ آیات (تشبیہات) کی ایسی تفسیر بیان کی گئی ہے جس سے ان کا قسح و لہو اور ان کی خدا و غرض لازم نہیں آتی۔ اس مختصر رسالہ میں ان تنقیدات کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔  
نشار قبر کا بیان

جاننا چاہیے کہ نشاء قبر پر اجمالی ایمان رکھنا ضروری ہے باقی رہیں اس کی تفصیلات کہ یہ یہ نشاء سب لوگوں کو ہوگا یا کمال ایمان والوں کے علاوہ صرف دوسروں کو ہوگا بہت سے اخبار سے یہی دوسری شق ظاہر ہوتی ہے نیز یہ یقین رکھنا بھی ضروری ہے کہ یہ نشاء نزوح کو اصلی جسم کے ساتھ

السموت الاولیٰھا منک یسبح اللہ  
و یقدسہ

و یحب ان تعقد عصمة  
الملائكة و لا تصع الی ما اشہر  
بین عوام الناس و فی التواریخ و  
التفسیر وہم اعدوا من تاریخ  
اليهود من قصة هاروت و ماروت و  
تخطیة الایماء قد ورد فی اخبارنا  
الرد علیہا و تفسیر الايات الواردة  
فیہا علی وجه لا يتضمن فسہم و  
خطاہم و لا یسع بھذہ الرسالة ذکر  
تفاصيلہا.

ثم اعلم انه يلزمك  
الایمان و الاذعان بضغطة القبر فی  
الجملة اما انها عامة لجميع الناس  
او مخصوصة بغیر كمل المؤمنین  
یظهر من کثیر من الاخبار الثانی و لا

اس سلسلہ میں رسالہ "تحفۃ التائبین" اردو ترجمہ "تذیبہ رانیا" کا مطالعہ بہت مفید ہے اور مزید تفصیلات جاننے کے خواہشمند حضرات ہماری تفسیر فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عن)

بذم الاذغان بكون الصفة في

الجسد الاصلی لا المثالی

عالیم برزخ کی کیفیت کا بیان

(تکیرین کے) سوال و جواب کے بعد دھیں

مٹان جسوں میں منتقل ہو جاتی ہیں اس کے بعد اگر

وہ مؤمن تھے تو ان میں سے (بعض کی زد میں تو)

پٹا قبروں کے اوپر رہتی ہیں جو اپنی زیارت کرنے

والوں پر مطلع ہوتی ہیں ان سے مانوس ہوتی ہیں اور

ان کی زیارت سے نفع اندوز و غور مند ہوتی ہیں اور

(بعض) نجف اشرف (اس کو مشرف کرنے والے

پر ہزاروں درود و سلام) کی وادی السلام کی طرف

منتقل ہو جاتی ہیں اور بعض دنیا والی جنت میں داخل

ہو جاتی ہیں اس کے پھل میوے کھاتی ہیں اس کی

شہزادوں سے پالی ہوتی ہیں لغرض اس کی نعمتوں سے

لطف اندوز ہوتی ہیں جیسے کہ خدا فرماتا ہے جو لوگ

خدا کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں ان کو مردہ خیال نہ

کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق

پاتے ہیں، خدا نے اپنے فضل و کرم سے انھیں جو

کچھ عطا فرمایا ہے وہ اس سے خوش و خرم ہیں اور اگر

وہ کافر و معاند تھے تو ان (کی روحوں) کو تشریف جہنم

کی طرف لے جایا جاتا ہے جہاں ان کو قیامت تک

عذاب ہوتا رہے گا اور اگر وہ (مرنے والے)

مستضعف (ضعیف العقل) ہو گئے تو بعض اخبار

و بان بعد السؤال و ضعفة

القبر ينقلون الى اجسادهم المثالية

فقد يکونون عسی قبرهم و يطلعون

عسی زوارهم و یأسون بهم و

يستغفون لبريارتهم ان كانوا مؤمنين و

قد يستغفرون الى وادی السلام و هو

النجف علی مشرفها آلاف تحية و

سلام و قد ينقلون الى حنة الدنيا

ليستغفون بنعمها و ياكلون من

طواکبها و يشربون من انهارها كما

قال الله تعالى ولا تحسبن الذين

قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احياء

عند ربهم يرزقون فرحسب بما

اتاهم الله من فضله و ان كانوا

کافرين معالدين يذهب بهم

الى النار ليعذبون الى يوم

القيامة و ان كانوا مستضعفين

فظاهر بعض الاخبار انهم

من

من

جائے گی اور ان کو (اس عالم پر زرخ میں) نہ جزا ملے گی اور نہ سزا۔

دنوی جنت و نار کا بیان:

یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ جنت الخلد کے علاوہ خدائے قدیر نے دنیا کے اندر بھی ایک جنت و نار خلق فرمائی ہے بلکہ امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت میں مروی ہے کہ جناب آدم کی جنت (جس سے ان کو نکالا گیا تھا) دنیا کے باغوں میں سے ایک باغ تھا وہ جنت الخلد نہ تھی (ورنہ اس سے کبھی باہر نہ آتے)۔

جنت و جہنم کا بیان:

جنت اور جہنم کے وجود پر اس طرح ایمان لانا واجب ہے جس طرح پیغمبر، سلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہے (کہ جنت میں ظاہری مخلوق و لذت مند اور جہنم میں خسی تکالیف و شدائد ہوتے) لہذا جنت کی معلومات حقہ اور جہنم کی معلومات باطلہ یا جنت کی اخلاق حسنہ اور جہنم کی اخلاق رذیلہ سے تاویل کرنا سراسر کفر و بدعت ہے بلکہ یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ اس وقت پیدا ہو چکی ہیں اور موجود ہیں نہ یہ کہ بعد میں پیدا کی جائیں گی۔ حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا کہ جو شخص جنت و جہنم کے پیدا شدہ ہونے کا انکار کرے وہ آیات قرآنیہ اور معراج نبوی کا منکر ہے (کیونکہ پیغمبر

یمهلون الی یوم القیامۃ لا یتنعمون ولا یعلیون

و یجب ان تعتقد ان للہ فی الدنیا حنۃ و ناراً سوی جنت الخلد بل ورد فی الخبر عن الرضا علیہ السلام ان جنة آدم کانت ایضاً جنة الدنیا لا جنة الخلد

و یجب الادعان بالجنة و النار علی حسب ماورد عن صاحب الشرع و تاویلہما بالمعلومات الحقة و البطلۃ و الاخلاق الحسنۃ و الرذیۃ کفرو الحدیث یجب الادعان بكونہما مخلوقین بالفعل لا انہما سیخلقان بعد ذالک و قدورد عن الرضا ان من انکر ذالک فهو

اسلام کے شبِ معرفت و تار کو پنجم خود دیکھ تھا)  
اور ایسا شخص کافر ہے۔

عقیدہ رجعت کا بیان:

رجعت پر ایمان رکھنا واجب ہے کیوں کہ یہ  
اعتقاد شیعہ مذہب کی خصوصیات میں سے ہے اور  
سنی و شیعہ میں ائمہ اہل بیت سے اس کا ثابت ہونا  
مشہور و مسلم ہے، ان ذواتِ مقدسہ سے مروی ہے  
کہ جو شخص ہماری رجعت پر ایمان نہیں رکھتا وہ ہم  
سے نہیں ہے (یعنی ہمارے مذہب سے خارج ہے)  
جو کچھ اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے وہ یہ  
ہے کہ خداوند عالم جناب قائمؑ کے زمانہ ظہور  
کے وقت یا اس سے کچھ پہلے کامل الایمان لوگوں کی  
ایک جماعت کو دنیا میں لوٹائے گا۔ تاکہ ائمہ اطہار  
کی زیارت کر کے وراثت کی حکومت و سلطنت دیکھ  
کے ان کی تکلیفیں ٹھنڈی ہوں اور کفار و منافقین کی  
ایک جماعت کو بھی دنیا میں لے جائے گا تاکہ آخرت  
سے پہلے ان سے دنیا میں اقامت لیا جاسکے مگر دونوں  
فریق کے جو مستحق لوگ ہیں وہ قیامت سے  
پہلے محسوس ہو گئے۔

اور جہاں تک ائمہ اطہار کے رجوع کا تعلق  
ہے تو بہت سے اخبار جناب امیر اور جناب امام  
حسین علیہما السلام کے رجوع کرنے پر دلالت کرتے  
ہیں اور بعض اخبار و آثار جناب رسول خدا اور

مکرر آیات و لمعراج النبی و ہو  
کافر

و یحب ان تؤمن بالرجعة فانها  
من خصائص الشیعة و اشتهر لہوتها  
عن الانمة بین الحاضنة و العامة و  
قد روی عنہم لیس منا من لم یؤمن  
بکرتنا و الذی یتظہر من الاخبار ہو  
ان یحشر اللہ تعالیٰ فی رمن القائم  
علیہ السلام او قبلہ جماعۃ من  
المؤمنین لتقرأ عنہم ہر لیلۃ المنتہم  
و دولتہم و جماعۃ من الکافریں و  
المخالفین للانتقام عاجلاً فی الدنیا  
و اما المستصطفون من الفریقین فلا  
یرجعون الی یوم القیمۃ الکبریٰ و  
اما رجوع الانمة فقد دلت الاخبار  
الکثیرۃ علی رجعة امیر المؤمنین و  
کثیر مہا علی رجعة الحسین و دل  
بعض الاخبار علی رجوع النبی و



سائر الائمة و اما کون و جو علیہم فی  
 زمان القائم او بعدہ او قبلہ فالاجہار  
 فیہ مختلفة لیجب ان تقریر جمعہ  
 بعض الناس و الائمة علیہم السلام  
 مجملاً و ترد علم ما ورد من  
 تفصیل دالک الیہم و قد وردت  
 الاحبار الواردة فیہا فی کتاب  
 "بحار الانوار" و کتب رسالہ  
 مفردة ايضاً فی ذالک

دوسرے ائمہ خدائی کے رجوع کرنے پر بھی دلالت  
 کرتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ ان ذوات کا  
 رجوع فرمانا جناب قائم آرا محمد کے زمانہ میں ہوگا یا  
 اس کے بعد یا اس سے کچھ پہلے؟ اس سلسلہ میں  
 اخبار میں اختلاف ہے لہذا وجہ یہ ہے کہ بعض  
 لوگوں اور بعض آئمہ علیہم السلام کے رجوع کرنے پر  
 اعمالی ایمان رکھا جائے اور تفصیلات کا علم انہی  
 ذوات عالیہ کے سپرد کیا جائے۔ اس سلسلہ میں جو  
 اخبار وارد ہیں وہ میں نے "بھی راہ نور" (جلد ۳ طبع  
 قدیم) میں درج کر دیئے ہیں اور اس موضوع پر  
 میں نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔

### قیامت کبریٰ کا بیان

یہ عقائد رکھنا جب ہے کہ خداوند عالم پر روز  
 قیامت تمام لوگوں پر مشورہ ہائے گا اور اس کی روحوں  
 کو ان کے اصلی بدنوں میں داخل فرمائے گا، اس  
 حقیقت کا انکار کرنا اس کی ہونے کی تاویل کرنا جو  
 اس کے اس ظاہری مفہوم کے انکار کا باعث ہو جیسا  
 کہ بعض ملحدین سے سنا جاتا ہے، بالاتفاق کفر و ان  
 ہے، قرآن کا اکثر و بیشتر حصہ قیامت کے ثابت  
 کرنے اور اس کا انکار کرنے والوں کے کفر کا بیان

و لیجب ان تعظم ان اللہ  
 یحشر الناس فی القيامة و یرد  
 ارواحہم الی الاجساد الاصلیة  
 و انکار ذالک و تازیلة ہما  
 یوجب انکار ظاہرہ کما  
 یسمع عن بعض الملاحدة  
 ککفر و الحاد اجماعاً و اکثر القرآن

لے ہم نے بھی بہت ضرورت و جمعیت کے موضوع پر احسن الفوائد فی شرح الایمان میں سیر حاصل تبصرہ  
 کر دیا ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔ (منزلی حد)

وارد فی الہات ذالک و کفر من  
انکرہ ولا تلصت الی شبہ الحکماء  
فی ذالک من نفی اعادۃ المعدوم و  
تاویل الایات والاختیار بالمعاد  
الزوحانی

و یحب ان مدعی بحقیقۃ  
الحساب و تطہیر الکتب یجب  
و شمالاً و ان اللہ تعالیٰ

وکلّ بکل انسان ملک  
احدهما عن یمنی الانسان و الآخر  
عن شمالہ و یکتب صاحب الیمین  
الحسنات و صاحب الشمال

کرنے کے متعلق وارد ہے۔ حکماء و فلاسفہ اس سلسلہ  
میں جو شکوک و شبہات پیش کیا کرتے ہیں کہ معدوم  
کا اعادہ محال ہے یا اس سلسلہ کی آیات و روایات کی  
صرف معاد روحانی کے ساتھ تاویل کرتے ہیں تم ان  
کی طرف کوئی توجہ اور التفات نہ کرو۔

حساب و کتاب کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ بروز قیامت  
حساب کتاب کا ہونا اور نامہ ہونے اعمال کا دائیں ہاتھیں  
ہاتھوں میں دیا جانا برحق ہے (یعنی نیکوکاروں کے  
نامہ اسے اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں اور بدکاروں  
کے اعمال اسے ہاتھیں ہاتھ میں دیئے جائیں۔)

گراہ کا تبیین کا بیان

خداوند عالم نے ہر شخص کے مخالف دو فرشتے  
مواکل فرمائے ہیں ایک دائیں طرف دوسرا بائیں  
طرف، دائیں طرف دو فرشتے انسان کی نیکیاں  
لکھتا ہے اور بائیں جانب اللہ نہ پاں، دن کے  
فرشتے انگ ہیں اور رات کے اللہ، دن والے

لہم نے ”حسن الفوائد فی شرح العقائد“ میں ان تمام شکوک و شبہات کے مدلل و مکمل جوابات علوم  
قدیرہ و جدیدہ کی روشنی میں پیش کر دیئے ہیں۔ اس کی مفصل بحث کو دیکھنے کے خواہش مند حضرات اس  
کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ نیز قیامت کبریٰ اور اسکے بعد اس باب کے اختتام تک جو عقائد سرکار  
علامہ مجلسی نے مجملہ بیان فرمائے ہیں انکی تفصیلات حسن الفوائد میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ (منہ مخفی عند)

فرشتے دن بھر کے اعمال لکھتے ہیں اور جب دن ختم ہو جاتا ہے تو وہ چلے جاتے ہیں، اور رات والے آجاتے ہیں جو رات کے اعمال لکھتے ہیں، خبردار! ان کی کوئی تاویل نہ کرنا جیسا کہ آج کل سنتے ہیں آتا ہے کیوں کہ ایسا کرنا صریح کفر ہے۔

شفاعت نبی و امام کا بیان

جناب رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ کی شفاعت و سفارش پر ایمان رکھنا واجب ہے اور یہ کہ خدا کسی اچھے کام پر انعام و اکرام کا وعدہ کر کے وعدہ خلافی نہیں کرتا، ہاں البتہ اگر کسی نے اسے کام کرنے پر سزا کی دھمکی دے کر توبہ (یا شفاعت وغیرہ) سے دوسرا موقوف کر دے اور (جہنم گار) اہل ایمان کو سزا دے دے تو یہ ممکن ہے کیونکہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق توبہ کو قبول کرتا ہے (اور یہ اس کا افضل ہے) ہوتی رہے عار و شرمیں در اہل خلاف میں سے معاندین تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ہاں البتہ اہل خلاف میں سے جو لوگ مستضعفین ہیں ان کی نجات کا احتمال و امکان ہے۔ مستضعفین سے کمزور عقل والے اور وہ لوگ مراد ہیں جن کی عقلیں بچوں اور عام عورتوں جیسی ہوتی ہیں اور وہ لوگ جن پر (کسی نبی و امام یا کسی اور ہادی و رہنما کے ذریعے سے) کماحقہ توبہ تمام نہیں ہوتی (یعنی

التبتات فی الیوم ملکاً بکتبان  
عمل الیوم فاذا انتھی الیوم یصعد ان  
بعمله و یجئ ملکاً بکتبان عمل  
اللیلة و یماک ان تار لهما بما یسمع  
فی زماننا فانه کفر۔

و یجب ان یؤمن بشفاعۃ  
النبی و الائمة و ان اللہ لا یخلف  
و وعدہ بالثواب و یمکن ان  
یخلف الوعدہاں بخیر لمن  
عصاه من المؤمنین من توبۃ و انہ  
یقبل التوبۃ مقتضی وعدہ وہاں  
الکفار و المعاندین من اهل الخلاف  
مخلدون فی النار و ان  
المستضعفین من اهل الخلاف  
مرجون بامر اللہ یحتمل نجاتهم  
بفضل اللہ و المستضعفون هم

اس تک آواز حق نہیں پہنچی) باقی رہے مومنین کرام تو وہ جنت الفردوس میں داخل ضرور ہونگے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں (خوش و محرم) رہیں گے ہاں یہ الگ بات ہے کہ وہ یا تو بلا عذاب داخل جنت ہوں گے (اللہم اجعلنا منہم) یا عالم برزخ یا جہنم میں کچھ عذاب و عقاب کے بعد (اعاذنا اللہ منہ) نقل نہ رہے کہ یہ شفاعت صرف ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کا عقیدہ درست ہوگا (مگر ان میں کچھ مکی کمزوریاں ہوں گی) ان کے علاوہ اور کسی کی شفاعت نہ ہوگی۔

حبط و تکفیر کا بیان:

جاننا چاہیے کہ میرے نزدیک حبط (بعض سنگین قسم کے گناہ کرتے سے بعض نیکوں کا اکارت ہو جانا) برکتیہ (بعض خاص اچھے کام کرنے سے بُرائیوں کا محو ہو جانا بعض معنوں کے اعتبار سے جن کی توسیع میں وضاحت کرنی کی ہے ثابت ہیں (دہوا الحق عندی)۔ اس سلسلہ میں وارد شدہ اخبار، شمار حد احصاء و شمار سے زائد ہیں اور (علم کلام میں) ان کی نقی پر جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ سب کے سب بڑے اور کمزور ہیں جیسا کہ ان میں غور و فکر کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

ضعفاء العقول الضبیان و النساء  
والذین لم یتم علیہم الحجۃ کما  
ہی و ان المؤمنین یدخلون الجنة و  
یصلون فی الجنة اما بلا  
عذاب او بعد عذاب فی عالم  
المریخ او فی النار و اعلم ان  
الشفاعة مختصة بالمؤمنین لا  
تعمد اہم۔

و اعلم ان الحبط و التکفیر  
ثابتان عندی ببعض معانیہما و  
الاعبار الذالۃ علیہما لا تحصر و لا  
تتناہی و الدلائل الموردة صلی  
نفیہما ضعیفۃ کما لا یخفی علی  
المختبر فیہا

## پتل صراط و میزان وغیرہ کا بیان:

پھر ان تمام حقائق پر ایمان رکھنا واجب ہے لازم ہے جو شرع اقدس کی زبان اطہر پر وارد ہوئے ہیں جیسے پتل صراط، میزان اعمال اور قیامت کے دوسرے حالات و کیفیات اور پرخطر ہولناک متاع و واقعات اور اپنی طرف سے ان حقائق کی کوئی سی تاویل کرنا جائز نہیں ہے، سوائے اس تاویل کے جو خود شریعت مقدسہ میں وارد ہوئی ہو کیونکہ کفر و الحاد کا پہلا ذریعہ ہی اپنے عقول ناقصہ اور آراء کا سدہ سے حقائق شریعہ میں تصرف بھی کرنا ہے۔ حد اذنی عالم ہمیں اور تمام اہل ایمان کو اس سے اور اس جیسی (غیر شرعی) حرکات سے اپنی پناہ میں رکھے۔ (امین بجاہ البسی و آلہ الطاہرین)۔  
والسلام علی من اتبع الهدی۔

ثم لا بدان تؤمن بكل ماورد  
على لسان الشرع من الصراط و  
الميزان و جميع احوال القيامة و  
اهوالها و لا تأولها بشئ الا بماورد  
تأويله عن صاحب الشرع فان اول  
الكفر والالحاد التصرف في  
النواميس الشرعية بالعقول الضعيفة  
والاهواء الرذيلة اعادنا الله ومائت  
المؤمنين منها و من امثالها و  
السلام على من اتبع الهدى.

## الباب الثانی

فیما يتعلق بکيفية العمل

قد علمت يا خليلي ما البتاه  
 أولا من لزوم متابعة اهل بيت  
 العصمة صلوات الله عليهم في  
 اقوالهم و التدبر في اخبارهم و  
 آثارهم

فاعلم ان الخير كل الخير  
 وجدناه في اخبارهم و ما من  
 حكمة من الحكم الالهية الا و هي  
 مصرحة مشروحة لمن اتاها بقلب  
 سليم و عقل مستقيم لم يعوج عقله  
 بسلك طرق الضلال و  
 العمى ولم يأنس فهمه باطوار  
 اهل الزيغ و الردى و طريق  
 الوصول الى النجاة و المصير  
 بالسعادات ظاهرة بينة ليسها لمن  
 رفع غشارة الهوى عن بصيرته و  
 توصل الى ربه في تصحيح نيته و قد

## دوسرا باب

کيفيت عمل کے بیان میں

دوست من! قبل ازیں خاوادہ عصمت و  
 طہارت کے اقوال و افعال میں ان کی پیروی کرنے  
 اور ان کے اخبار و آثار میں غور و فکر کرنے کے متعلق  
 ہم جو کچھ لکھ چکے ہیں وہ تم معلوم کر چکے ہو۔  
 احادیث اہل بیت کی فضیلت کا تذکرہ:

اب تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے ہر  
 قسم کی خیر و خوبی کو اس خاوادہ کے اخبار و آثار میں پایا  
 ہے۔ یونکہ علم الہیہ و معارف ربانیہ میں سے کوئی  
 حکمت و معرفت کی بات ایسی نہیں جو ان میں پوری  
 شرح و بسط کے ساتھ موجود نہ ہو۔ مثلاً انسان عقل  
 سلیم و مع مستقیم کے ساتھ ان کا مطالعہ کرے اور  
 ضلالت و گمراہی کے راستوں پر گمراہ نہ ہو کر اپنی عقل  
 و فکر کو صحیح نہ کر لے اور اپنی فہم و فراست کو صحیح  
 و مکمل لوگوں کے اخلاق و اطوار سے مانوس نہ کرے  
 ان (اخبار) میں دین و دنیا کی ابدی سعادت تک  
 پہنچنے کا راستہ ہر اس شخص کیلئے واضح و آشکار ہے جو  
 اپنی چشم بصیرت سے خواہشات نفسانیہ کی پٹی  
 اتار دے اور اپنی نیت کو صحیح و خالص کرنے کیلئے اپنے  
 پروردگار سے متصل ہو۔ چنانچہ خداوند عالم  
 فرماتا ہے کہ جو لوگ ہمارے متعلق کہ و کاوش کرتے

ہیں ہم ان کو اپنے راستے دکھا دیتے ہیں اور یہ بات خدا سے تعالیٰ کیلئے ناممکن ہے کہ وہ وعدہ کر کے وعدہ خدائی کرے بشرطیکہ یہ آنے والا خدا کے پاس ان راستوں سے آئے جن سے آنے کا اس نے حکم دیا ہے۔

سوالک الی اللہ کے فرائض و وظائف کا بیان۔  
پس سب سے پہلے جو چیز سالک الی اللہ پر واجب و لازم ہے وہ یہ ہے کہ اپنی نیت کو صحیح و خاص کرے کیونکہ تمام اعمال و افعال کے قبول و کمال کا درجہ ان نیتوں کے درجہ و مرتبہ پر ہے اور یہ چیز خدا کے ساتھ توسل و تمسک کرنے، شیطان کے شر اور خوشبات نفسانہ کے غلبہ سے پناہ مانگنے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی پھر سالک کو چاہیے کہ اس بلند مقصد کی غفلت اور اس بات میں غور و فکر کرے کہ۔

وہ یک بار اس دار حانی سے دار جاودانی کی طرف منتقل ہو جانے کے بعد پھر ہرگز یہاں واپس

قال الله تعالى والذين جاهلوا بها ليهديهم سبيلنا و محال ان يخلف الله وعده اذا اتي الله من الابواب التي امر الله تعالى ان يؤتى بها

فالذي يجب اولا للسالك الى الله ان يصحح نيته لان مدار الاعمال في قبولها و كمالها على مراتب النيات ولا يتأتى ذلك الا بالتوسل القام بحضابه تعالى و الا مستعاضة من شر الشياطين و غلبة الا هواء ثم يتفكر في عظم هذا المقصد الاقصى و يتفكر في انه بعد ذهابه عن هذه النشأة لا يتأتى له الرجوع اليها لتدارك ما قلنا من

۱۔ اور وہ ہیں سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام۔ ارشاد و قدرت ہے و توانیست کن ایوانی گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ انا مدينة العلم و علی بابها فمن اراد العلم فليأت من الباب۔ میں علم و فضل کا شہر ہوں اور حق اس کا دروازہ ہیں جو شخص میرے شہر علم و معرفت میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اس کے دروازے سے آئے

بصطی برساں خویش را کہ دین ہمہ دوست

اگر بہ او نہ رسیدی تمام بویسی است (منہ مخفی عند)

و يحذر عن المحشر العظمي  
والمصيبة الكبرى لم يتصكر في فناء  
هذه الدنيا وقلب احوالها و عدم  
الاعتماد عليها و على عزها و  
فخرها و ليرجع في الناء هذه  
التعكرات الى ماورد عن الناء  
الهدى في ذلك لا الى كلام غير  
هم لان لها لصدورها عن مابع  
الوحي و لا لاهم باليرا غريباً لوس  
لكلام غيرهم و ان كان المصموم  
واحداً و ايضاً كلام غيرهم  
كالغزالي و ابو طالب المكي و  
اضرابهما مشتمل على حق و باطل  
و انهم مسئولون باطلهم في الناء  
ذكر الحق في نظر الناظرين الى  
كلامهم ليدخلوهم في حبالهم و  
مصائبهم

نہیں لوٹ سکے گا تاکہ خلائی مافات کر سکے۔  
اور محشر عظمیٰ کی ہولناکی اور مصیبت کبریٰ کی  
خوفناکی سے ڈرے اور اس کے شدائد سے بچاؤ کی  
ابھی سے تدبیریں کرے پھر اس دار دنیا کے فنا  
ہو جانے، اس کے حالات کے ادا کرنے بدلنے، اس  
پر اور اس کی (پندرہ روزہ) عزت و عظمت پر اعتماد و  
اعتبار نہ کرنے پر بھی غور و فکر کرے اور اسے چاہیے  
کہ ان لکھرات و تدبیرات کے سلسلہ میں دوسرے  
لوگوں کے کلام پر بھروسہ کرنے کی بجائے انہماک اظہار  
کے کلام حق ترجمان پر اعتماد کرے کیونکہ مہیہ وحی  
و ابہام سے صادر ہونے کی وجہ سے اس کلام میں وہ  
عیب و غریب تاثیر پائی جاتی ہے جو دوسروں کے  
کلام میں نہیں پائی جاتی، اگرچہ دونوں کا مضمون  
ایک ہی ہوتا ہے۔ نیز غزالی اور ابوطالب مکی  
(امیرہ) (مدنیاب معرفت صوفی) کا کلام حق و  
باطل دونوں پر مشتمل ہوتا ہے، یہ لوگ عامۃ الناس  
کو اپنے دام ترویج میں پھنسانے کے لیے حق کے  
ساتھ باطل کی بھی آمیزش کر دیتے ہیں۔

۱۔ اس لیے اس زندگی کو نیست سمجھو اور اپنی عاقبت و آخرت کو سنوارنے و سدھارنے کے لیے جس قدر  
ہو سکتا ہے پوری جہد و جہد کر کے

خواہی کہ روز محشر عظمیٰ عجبہ باہمت  
امروز از مصیبت فردا گریمین (منہ غنی حند)

جس کی وجہ سے ان کا کلام ناقابل اعتبار ہو کر رہ جاتا ہے، اس کے برعکس کلام اہل بیت سراسر حق و  
صداقت ہے اور اس میں باطل کا کہیں نام و نشان تک بھی نہیں ہے۔ (منہ غنی حند)



نیت کی حقیقت اور اس کے اقسام کا بیان؟

جاننا چاہیے کہ نیت کی حقیقت وہ نہیں جو عام لوگوں کے درمیان مشہور ہے یعنی کسی چیز کا دل میں تصور کرنا اور پھر عربی یا محلی الفاظ کا زبان پر جاری کرنا بلکہ دراصل نیت اس جذبہ کا نام ہے جو انسان کو کسی کام کے کرنیکی تحریک کرتا ہے اور اس پر آمادہ کرتا ہے اور یہ نفسِ انسانی میں ایک ایسا پوشیدہ امر ہے جس پر سوائے اس لوگوں کے جو خدا کی اطاعت و گزاری میں بہت جدوجہد کرتے ہیں اور جن کو خدا نے بموجب آیت کریمہ ”خدا نے اس (نفس) کو بدکاری اور بیوفاری کا اہم کر دیا ہے۔“ نفس کے حصہ محبوب و ناقص اور اس کی تمام بیماریوں سے آگاہی عطا کی ہے۔ وہ کسی شخص مطلع نہیں ہو سکتا اور یہ نیت انسان کی حالت کے تابع ہوتی ہے جس پر وہ قائم ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ”قل کل الخ“ کہہ دو کہ ہر شخص اپنی شاکلہ (نیت) کے مطابق عمل کرتا ہے“ کی تفسیر میں وارد ہے (کہ شاکلہ سے مراد نیت ہے) اور یہ بات صاحبانِ فہم و تدبیر پوشیدہ نہیں ہے۔ (اس مطلب کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ) ایک شخص ہے جس کا طور و طریقہ اور عادت دنیائے دلوں کی محبت اور اس کی ہوس و حرص ہے اس لیے وہ جب بھی کوئی اچھا یا بُرا کام کرتا ہے تو اس سے اس کی اصلی غرض و عادت دنیا کی جمع آوری

ثم اعلم ان النية ليست هي ما  
اشتهر بين الناس من محذور المال  
والتلفظ بها بالفاظ عربية او عجمية  
بل هي الداعي الى فعل الانسان و  
هي امر كما من في النفس لا يطلع  
عليها الى المحذورات هي طاعة الله  
الذي يصرهم عيوب النفس و  
ودواعيها قال الله تعالى فليهمها  
فجورها ونفوسها و هي تابعة للحال  
التي الانسان مقبم عليها كما ورد  
في تفسير قوله تعالى قل كل يعمل  
على شاكلته وهذا ظاهر لمن قد تدبر  
فيه مثلاً اذا كان رجل شاكلته و  
طريقته و سجيته يحب الدنيا و  
الحرص عليها ولا يعمل عملاً من  
اعمال الخير و الشر الا و مقصوده  
الاصلي منه حيلة الدنيا فاذا صلى  
كان الباعث له عليه انه اذا اخل

ہوتی ہے، مثلاً جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اس کا عزم کہ یہ جذبہ ہوتا ہے کہ اگر وہ نماز نہیں پڑھے گا تو اس کا زیادتی نقصان ہوگا اور جب وہ شراب پیتا ہے تو بھی اس لیے کہ اس سے دنیا کے حصول میں اسے مدد ملتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس، جب کسی شخص پر بادشاہوں کی محبت اور ان کا قرب حاصل کرنے کا ذوق و شوق غالب ہو تو وہ جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو پہلے یہ دیکھتا ہے کہ آیا اس کام کو ان کا عزم حاصل کرنے میں کچھ دخل ہے؟ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ وہ اس بہت سے کام ہائے خیر کو بجا نہیں لاتا جو بادشاہوں کی بیعت کے موافق نہیں ہوتے۔

نیت کے معاملہ میں لوگوں کے اختلاف ہر ارباب کا بیان۔

جب تم یہ معلوم کر چکے ہو اب تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ نیت کے معاملہ میں لوگوں کے درجات و مقامات یکساں نہیں بلکہ مختلف ہیں۔

پہلی قسم بعض لوگ وہ ہیں جن پر شقاوت و بدبختی کا غلبہ ہوتا ہے جیسا کہ بھی اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے کہ وہ جب بھی کوئی عمل کرتے ہیں تو مذکورہ ہمارا اغراض فاسدہ میں سے کوئی نہ کوئی دنیاوی غرض فاسدانہ کے پیش نظر ہوتی ہے، ایسے لوگ اگر اس بُری حالت کے دور کرنے میں کد و کاوش نہیں کریں گے تو رفتہ رفتہ ان کی شقاوت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ وہ اپنے دین و دنیائے اور اصول عقائد کو بھی خیر

بالصنوة یعنی ذالک بدیہا و اذا شرب الخمر يشرب لانه يهيمه على دنياه و هكذا و اذا غلب على احد حب الملوک و التقرب عندهم لا يعمل شيئا الا و هو بلا حظ ان يكون لهذا العمل مدخل في التقرب اليهم و القرية على ذلك انه يترك كثيرا من اعمال الخير لا يوافق طلبهم فاذا تطلعت لذلك

فاعلم ان للناس في دنياهما منازل و درجات

لعنهم من غلب عليهم شوقهم كما اضلنا اليه و ليس المظنور في اعمالهم الامثال ما ذكرنا من الامور الفاسدة و هذا اذا لم يسع في ترك تلك الحالة يتلرج في الشقاوة الى ان يترك دينه و عقائده ولا يرجي خيره ابداً

باد کہہ دیں گے اور پھر ان کی اصلاح احوال کی کوئی  
امید باقی نہیں رہ جائے گی۔

دوسری قسم وہ لوگ ہیں جو سابقہ (پست ترین  
درجہ سے) قدرے بلند ہیں ان کے دل میں دنیا و  
آخرت ہر دو کی محبت راسخ ہے ان کا گمان ہے کہ یہ  
دونوں ہائیم جمع ہو سکتی ہیں لہذا وہ (ان دونوں کا  
دامن توڑنے کی کوشش کرتے ہیں) مگر چونکہ وہ  
توازن قائم نہیں رکھ سکتے اسلئے جب کبھی آخرت کی  
محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو اس کیلئے عمل شروع کر دیتے  
ہیں اور جب حب دنیا غالب آ جاتی ہے تو اس کی  
خاطر عمل کرنے لگ جاتے ہیں، اگر ایسے لوگ اپنے  
سپ کو اس درجہ سے بلند کرنے کی کوشش نہیں کریں  
گے تو بہت جلد وہ پہلے درجہ والے لوگوں کے زمرہ میں  
داخل ہو جائیں گے۔ (خدا نہ کرے کہ ایسا ہو)

تیسری قسم اونٹ ہیں جن کے دل و دماغ پر  
خدا کے عذاب و عقاب کا خوف مسلط ہے، ان لوگوں  
نے جب خدا کے سخت عذاب اور اسکے دردناک  
عقاب کے متعلق غور و فکر کیا تو دنیا کی نظروں میں  
نیک و پور ہو گئی اب وہ جس قدر غماص و بہادری  
ہیں اور جس قدر اعمالِ نیک سے دامن پکڑتے ہیں وہ  
صرف اسی خوفِ عقاب کا نتیجہ ہے اگرچہ مل ان ظہر  
یہ عبادت صحیح ہے لیکن کامل نہیں ہے (بلکہ ناقص  
ہے) حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے مروی

والثانی من ارتفع عن هذه  
الدرجة ففي نفسه غلبت الدنيا و  
غلبت الأبدية معا ويزعم انهما  
يجتمعان فقد غلب عليه حب  
الآخرة فيعمل لها وهذا اذا لم  
يرفع نفسه عن هذه الدرجة  
بلحق عما قريب بالازل

والثالث من غلب عليه خوف  
عقاب الله و تبه و تعثر في  
شدید عذابه و الیم عقابه فصار  
ذلك سببا لحط الدنيا عن نظره  
فهو يعمل كلما يعمل من  
الاعمال الحسنة و يترك ما  
يترك من الاعمال السيئة خوفا  
و هذه العبادة صحيحة على  
الآظهر و لكن ليس في درجة

ہے فرمایا یہ غلاموں وان عبادت ہے جو مالک کی سزا سے ڈر کر اطاعت کرتے ہیں۔

چوتھی قسم وہ لوگ ہیں جن پر اس بے پایاں اجر و ثواب حاصل کرنے کا شوق غائب ہے جو خدائے تعالیٰ نے جنت الفردوس میں نیکوکار لوگوں کیسے مہیا کر رکھا ہے چنانچہ وہ اسی ثواب کے حصول کی غرض سے (شب و روز) خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ روایت میں وارد ہے کہ یہ مزدوروں (اور تاجروں) کی عبادت ہے، یہ سابقہ (تیسری قسم) کے قریب ہے (جو علیٰ حقیر صحیح تو ہے مگر کامل عبادت نہیں ہے بلکہ ناقص ہے۔)

پانچویں قسم وہ لوگ ہیں جو صرف اس لیے خدا کی عبادت کرتے ہیں کہ خدا (اپنے ذاتی کمالات اور عظیم نعمت کی وجہ سے) لائق عبادت ہے، یہ صدیقین کا درجہ ہے چنانچہ جناب میرا مومنین (خدا کو خطاب کر کے) کہتے ہیں میں نے تیری جہنم کے خوف یا تیری بہت کے شوق میں تیری عبادت نہیں کی بلکہ صرف تجھے لائق عبادت سمجھ کر تیری عبادت کی ہے۔“

حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا یہ آزاد لوگوں وان عبادت ہے، یہ دعویٰ (جو جناب میر نے فرمایا ہے انہی ذوات مقدسہ کے شایان شان ہے اگر کوئی اور شخص یہ دعویٰ کرتا ہے تو وہ قابلِ سماعت

الکمال و قد ورد عن الصادق علیہ السلام انہا عبادۃ العبد

الزابع: انه قد غلب علیہ الشوق الی ما اعد اللہ للمحسنین فی لجنۃ فیعبد اللہ لطلب تدک الامور و قدور د فی الحیرانہا عبادۃ الاحرار و هذا قریب من السابق

والخامس. انه یعبد اللہ لانہ اهل للعبادۃ و هذه درجۃ الصدیقین و قد قال امیر المومنین ما عبد تک خوف من تارک ولا طمعاً فی جنتک بل وجدتک اہلاً للعبادۃ فوجدتک و قدورد عن الصادق علیہ السلام انہا عبادۃ الاحرار ولا یسمع هذه الدعوی من غیر ہم اد لایکون هذا الا لمن یعلم من

نہیں ہے کیونکہ ایسا دعویٰ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اپنے متعلق یہ یقین ہو کہ اگر بالفرض خدا نے جنت و دوزخ پیدا ہی نہ کی ہوتی بلکہ پناہ بخدا، اگر یہ ہوتا کہ تمہارا کو جنت میں اور نیکوکار کو جہنم میں داخل کیا جاتا تب بھی وہ (جنت و جہنم کے تصور سے بالاتر ہو کر) خدا کی اطاعت ہی کرتا کیونکہ وہ عبادت و بندگی کے لائق ہے۔

نفسہ امہ لو لم یکن للہ جنة ولا نارہل لو کان والعباد ہاللہ العاصی فی الجنة والمطیع فی النار لا یتار الا طاعة لانه تعالیٰ اہل لہا۔

پچھٹی قسم: وہ لوگ ہیں جو شکرگزاری کے جذبے کے ماتحت خدا کی عبادت کرتے ہیں کیوں کہ جب وہ اپنے خالق و مالک کی نعمات غیر متاہدہ کو دیکھتے ہیں تو ان کی عقل فیصلہ کرتی ہے کہ ایسا محسن و مہم حقیقی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے ان عبادت کی وجہ سے اس کی عبادت کی جائے۔

والسادس امہ یعبد اللہ لانه یلاحظ نعمہ تعالیٰ الغیر المتناہیۃ فیحکم عقلہ بان هذا المنعم يستحق ان یعبدہ لنعمة

ساتویں قسم: وہ لوگ ہیں جو شرم و حیا کی وجہ سے خدا کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ ان کی عقل و خرد یہ فیصلہ صادر کرتی ہے کہ اچھیاں اچھی اور بُرائیاں بُری ہیں، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ خدا سے عیم ان کے تمام حالات و کیفیات پر مطلع ہے اس لیے یہ شرم و حیا کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ (اور برائی سے اجتناب کرتے ہیں کہ اس کے سامنے کس طرح گناہ کریں) ثواب و عذاب کی طرف اس کی توجہ ہی نہیں ہوتی۔ لفظ "احسان" کی تفسیر میں جو وارد ہے کہ "خدا کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ

والسابع انہ یعبد اللہ حیاء لانه یحکم عقلہ بحسن الحسنات و قبح الشئات و یعلم ان اللہ تعالیٰ مطلع علیہ فی جمیع احوالہ لہذا یعبدہ حیاء ولا یلتفت الی ثواب ولا عذاب و الیہ یشیر ماورد فی تفسیر الاحسان ان تعبد اللہ کانک

تراہ فان لم تکن تراہ فانہ  
ہو اک۔  
رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو ضرور  
تمہیں دیکھ رہا ہے۔" اس میں اسی (بلند) مرتبہ کی  
طرف اشارہ ہے۔

القائم: ان بعدہ حباً لہ  
ورقة المحبة من اصل  
مراتب الکمال و می لحصل  
بدوام ذکرہ حباً لہ و کثرة  
العبادة و تذاکر نعم اللہ تعالیٰ  
علیہ و الطافہ الیہ و ادا حصلت  
المحبة لا یحوز معاملة محبوبہ  
لحبہ اتاہ و لا یظر الی مع ولا  
ضرر

آٹھویں قسم: وہ لوگ ہیں جو خدا کی محبت کی وجہ  
سے اس کی عبادت کرتے ہیں (ظاہر ہے کہ) محبت  
کا مرتبہ کمال و جمال کا اعلیٰ و اکمل مرتبہ ہے اور یہ  
مرتبہ وہ مقام بودہ محبت ہمیشہ اس کا ذکر کرنے، بکثرت  
عبادت بجالانے، اس کی (بے حساب) نعمتوں اور  
پنے اوپر اس کے مراعہ و انکسار کو یاد کرنے سے  
حاصل ہوتا ہے اور جب محبت حاصل ہو جائے تو پھر  
(قائریہ قدرت و فطرت کے مطابق) محبوب کی  
مخالفت چار نہیں ہوتی، (اس لیے وہ اس کی  
اطاعت کرتے ہیں) اور وہ اپنے کسی نفع و نقصان کی  
طرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں۔

والقاسع انہ بعد تقرباً الیہ  
ای طلب القربة و للتقرب معان  
دقیقة نشیر الی بعضها اذ لا  
یتصور فی شایہ تعالیٰ التقرب  
الزما لالی و المحکسی فالمراد اما  
التقرب بحسب الدرجة و الکمال  
اذ فی مراتب النقص لہ غایة النہ  
عن جناب لغایة کمالہ فاذا رفع عن

نویں قسم: وہ لوگ ہیں جو خدا کا قرب حاصل  
کرنے کی خاطر ان کی محبت کرتے ہیں۔  
"قرب" کے چند دقیق معنی ہیں جن میں سے بعض  
کی طرف ہم یہاں اشارہ کرتے ہیں کیونکہ خدا کے  
حق میں قرب زمانی و مکانی کا تو تصور بھی نہیں ہو سکتا  
(کیونکہ وہ زمان و مکان اور اجسام و ابدان کی  
قید سے آزاد ہے) پس اس قرب سے مراد یا تو درجہ  
اور کمال والا قرب ہے کیوں کہ نقص و عیب کی صورت  
میں آدمی خدا کی جانب سے انتہائی بعید ہوتا ہے اس

لیجے کہ وہ کمال کے آخری درجہ پر قائم ہے لہذا جب آدمی اپنے سے بعض نقائص دور کر دے اور بعض کمالات سے متصف ہو جائے تو اس کا خدا سے یہ بُعد کم ہو جاتا ہے اور وہ بعض اخلاق الہیہ سے متعلق ہو جاتا ہے یا محبت معنوی اور یار (محبوب) والا قرب مراد ہے کیونکہ جب محبت مشرق میں ہو اور اس کا محبوب مغرب میں تب بھی وہ ہمیشہ اس کے ذکر و فکر اور اس کی طرف سے سرشار و خدمات کی بجا آوری میں مشغول رہتا ہے، ایسا محبت در حقیقت (پوجودِ نچو مکانی) کے سنے محبوب سے اس دشمن سے بدرجہا قریب تر ہوتا ہے جو اس کے پہلو میں بیٹھا ہے یہ حقیقت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ (قرب کے یہ) دونوں معنی عبادت کرنے سے حاصل ہوتے ہیں پس ممکن ہے کہ عبادت گزار کا مقصد ان دونوں معنوں کے اعتبار سے خدا کا قرب حاصل کرنا ہو۔ (تخلی نہ رہے کہ) قرب کے کچھ اور معانی بھی ہیں اور مذکورہ بالا درجات کے علاوہ نیچے کے بعض اور غیر محدود درجے بھی ہیں مگر ہم نے بطور مثال صرف چند مراتب و مدارج کی طرف اشارہ کر دیا ہے تاکہ مومن سائنک کو اُس راستہ کے خطرات سے آگاہی حاصل ہو جائے اور خدا سے جوئیل و تمسک حاصل کرے تاکہ وہ اسے اس راستہ کی حفاظتوں سے نجات عطا کرے یہاں تک کہ یہ

نفسہ بعض النقالص و اتصف بعض الکمالات قل بعدہ و تخلق بعض اخلاقہ او القرب بحسب المصاحبة المعنویة والتدکر لانه اذا کان محب فی المشرق و محبوبہ فی المغرب فهو علی الذوام فی ذکرہ مشغول بخدماتہ و الامور المقصودہ الیہ و ہذا فی الحقیقة القرب من العذر الذی ہو جالس بحینہ ولا ریب ان ہذین المعنیں الذین ذکرنا ہما یحصلان من العبادۃ لیمكن ان یکون غرض العابد حصول ہذین المعنیں وللقرب معان أخر وللنیۃ درجات أخر فیما بین المراتب الذی ذکرنا لا یتناهی و انا اشرنا الی بعضها علی سبیل التمثیل لیعرف المزمس السالک الی اللہ خطر هذا الطريق و یتوسل الیہ لہنجیہ من مہالک هذه المسالک حتی اذا دخل فی

دمرة عباد الله المخلصين من  
شر الشيطان الرجيم كما قال  
تعالى ان عبادي ليس لك عليهم  
سلطان

ولنعم مامثل الشيطان بالكذب  
الذي يكره على ارباب الناس و  
يؤذي من يهم بدخول دار ماله  
لا يمكن دفعه الا بان يهره  
المالك و يجره او يعلم ان  
الداخل من اصدقاء صاحب البيت  
فكذا هذا الكذب للنفس مؤكل على  
باب الله تعالى لئلا يدخله الاجانب  
و من لا يليق بشقائه بالدخول فيه  
فاذا نهره صاحب البيت بب  
الاستعادة العبد به من شره او علم  
انه من متفري هذه الحضرة و من  
خواص ممالك الملوك و كثير اما  
يدخل هذا الباب و يخرج منه و له

خدا کے ان مخلص بندوں کے زمرہ میں داخل  
ہو جائے جو شر شیطان سے محفوظ ہوتے ہیں جیسا کہ  
خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے ”(اے شیطان!) جو میرے  
مخلص بندے ہیں ان پر تیرا کوئی قابو نہیں ہے“  
(شیطان کی مثال عنوان)

شیطان کی بہترین مثال وہ ہے جو اسے اس  
ٹہنے کے ساتھ دی گئی ہے جو اپنے مالک کے  
دروازے پر بیٹھا ہوتا ہے لہذا جو شخص بھی اس کے  
مالک کے گھر میں داخل ہوتا چاہے وہ اسے (کالتا  
در) سمجھتا ہو یا نہیں اور اس سے بچاؤ صرف اسی  
صورت میں ہو سکتا ہے کہ مالک اسے (انٹ لپٹ  
پائے یا ٹہنے کو یقین ہو جائے کہ یہ آنے والا صاحب  
خانہ کے دوستوں میں سے ہے) اس لیے اس کی  
یہاں آمد و رفت رہتی ہے) بعینہ ہی طرح یہ ملعون  
بھی (گوئی) خدا کے دروازہ پر بیٹھا ہے تاکہ اُس کی  
بارگاہ میں، جس کو وہ لوگ جو اپنی شقاوت و  
بدبختی کی وجہ سے اُس (گھر میں) داخل ہونے کے  
لائق نہیں ہیں داخل نہ ہوں۔ پائیں۔ پس جب بندہ  
اس کے شر سے خدا کی پناہ طلب کرتا ہے اور خدا اسے  
جھڑک دیتا ہے یا شیطان کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ  
بندہ اُس بارگاہ کے صاحبانِ قُرب اور مالک  
المسوک کے خواص میں سے ہے اور اس دروازہ پر  
اس کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور یہ



صاحب خانہ سے مانوس و مألوف ہے تو یہ کتنا اسے کچھ  
 نہیں کہتا۔ پس جب سالک الی اللہ خدا سے متمسک  
 ہو اور بقدر طاقت وسعت ابتداء سے اپنی نیت کو  
 صحیح کر لے یعنی صرف ان باتوں کو طلب کرے جن  
 کے متعلق اسے یقین ہو کہ اس کی آخرت کی بھلائی  
 ان میں مضمر ہے اور اس بات کی ہرگز پروا نہ کرے کہ  
 اہل زمان دور جا احاطہ دوران اسے "حشوی" یا  
 "قشری" یا "زاحیہ شک" کہتے ہیں یا اس کو چاہل  
 قرار دیتے ہیں، پس جب وہ اس مرحلہ پر فائز  
 ہو جائے گا تو حق اس کے سامنے (روز روشن کی  
 طرح) واضح اور جلوہ گر ہو جائے گا۔

حقیقی معام کی تلاش۔

بعد ازاں اسے چاہیے کہ (سب سے پہلے تو)  
 اپنے لیے معصم و استوار وہ تلاش کرے جو اہل بیعت  
 کے کلام و اخبار و آثار سے مانوس ہو اور ان کی  
 عقانیت کا معتقد بھی ہو، نہ وہ جو ان کے اخبار  
 (احادیث) کی (ذاتی) رائے و خیال سے تاویل  
 کرے بلکہ وہ ایسا ہو جس نے اپنے عقائد (ائمہ  
 ائمہ کے) اخبار کی روشنی میں درست کیے ہوں۔

علم دین طلب کرنے کا صحیح طریقہ:

اس وقت خدا کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے  
 کی نیت سے طلب علم شروع کرے اور اخبار اہل  
 بیعت میں تاویل و تدبیر کرے اور علم حاصل کرنے کا

انس بصاحب البیت لا یعرض لہ  
 هذا الکلب فاذا توسل السالک  
 بجنابہ تعالیٰ و صحیح نیتہ بقدر  
 الجهد فی بدو الامر یطلب ما یعلم  
 انه خیر اخره فیہ و لا یبالی بان  
 یحذہ اهل الزمان و جهلة الدوران  
 حشویاً او قشریاً او زاحیاً شکاً  
 او ینسب الی الجهل و اذا کان  
 بهذه المنزلة یتظهر له الحق عیاناً

فیبقی بعد ذالک ان یتطبیق  
 معلماً مستأنساً بکلام اهل البیت و  
 اخبارهم معطداً لہا لامن یاوّل  
 الاخبار بالآراء بل من صحیح  
 عقائدہ من الاخبار

و یشرع فی طلب العلم ابتغاء  
 وجه اللہ و طلب مرضاتہ و بتدبیر  
 فی اخبار اهل البیت و یکون مقصد

التحصيل العمل فلا العمل ينفع  
بدون العلم كما ورد عن الصادق  
عليه السلام ان العامل على غير  
بصيرة كالسائر على غير الطريق لا  
يزيده سرعة السير الا بعداً ولا  
العلم ينفع بدون العمل و ايضاً لا  
يحصل العلم بدون العمل كما روى  
من عمل بما علم ورثه الله علمه  
مالم يعلم ولله فيه نعم بالسراج  
يكون مع السائر في طريق مظلم  
اذا وقف ولم يمش لا يضي له الا  
مقدار معلوم و كلما مشى يضي  
له مقدار آخر فلا يعلم بعين على  
العمل والعمل يريده في العلم

فيسمى ان يقسم يومه ثلاثة  
اقسام في بعض اليوم يسعى لطلب  
الرزق المحلال و في بعض اليوم  
يتلذذ بالمحلال و في بعض آخر  
يشغل بالفرائض والسنن والوافل

مقصد عمل کو قرار دے کیونکہ علم کے بغیر عمل کوئی فائدہ  
نہیں دیتا جیسا کہ حضرت صادق آل محمد سے مروی  
ہے فرمایا جو شخص علم و معرفت کے بغیر عمل کرتا ہے وہ  
ایسا ہے جیسے کوئی شخص غلط راستہ پر چلتا ہے کہ جوں  
جوں تیز چلتا ہے (توں توں منزل مقصود) سے دور  
سے دور تر ہو جاتا ہے، نیز حقیقی علم بھی عمل کے بغیر  
حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ روایت میں وارد ہے کہ جو  
شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو خدا سے اس چیز کا علم  
عطی فرما دیتا ہے جو وہ نہیں جانتا، علم کو اس چراغ سے  
تشبیہ کی گئی ہے، جو اس آدمی کے ہاتھ میں ہو جو  
تاریک راستے پر چل رہا ہے کہ جب وہ چلنا ترک  
کر دے اور (یک مقام پر) رک جائے تو صرف  
تھوڑی سی محدود ہدایت ہوتی ہے مگر جب چلنا  
شروع کرے تو درجہ بھی روشن ہونے لگ جاتی  
ہے۔ (فرض علم، عمل میں چون دامن اور لازم و  
ملازم والا راستہ ہے) طرقات کرنے پر مانتا کرتا ہے  
اور عمل علم میں اضافہ کرتا ہے۔

تقسیم اوقات کا بیان:

پس (حالب علم) کو چاہئے کہ اپنے دن کو تین  
حصوں پر تقسیم کر دے ایک حصے میں رزق حلال  
کمائے دوسرے حصے میں حلال لذائذ سے لطف  
حاصل کرے اور تیسرے حصے میں فرائض اور نوافل  
بجالائے (جن میں علم بھی داخل ہے)

علوم و فنون حاصل کرنے میں ترتیب کا تذکرہ:  
 نیز طالب علم کو چاہئے کہ اصل مقصود ہالہات  
 علوم سے پہلے کچھ مقدار آئی و مقداتی علوم کی بھی  
 حاصل کرے کیونکہ (علم قرآن) و حدیث میں ان کی  
 ضرورت پڑتی ہے جیسے صرف، نحو اور کچھ تھوڑی سی  
 منطق، کچھ تھوڑا سا اصول فقہ اور بعض فقہی کتب  
 پھر (علم قرآن) اور حدیث میں اپنی پوری کوشش  
 صرف کرے اور اسے اپنی توجہ کا مرکز بنائے اور کتب  
 اربعہ (اصول و فروع کافی من لا یحضرہ الفقیہ  
 استنبصار۔ اور تہذیب الاحکام وغیرہ کتب مؤلفہ  
 حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کا مطالعہ کرے ہمارے  
 پاس (بصیرت حقانی) کتب اربعہ کے علاوہ (حدیث)  
 کی تریب، و سو کتابیں موجود ہیں جس سب کو میں نے مع  
 ان کی تشریح و توضیح کے کتاب "اسرار الانوار" میں جمع  
 کر دیا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اس میں گہری نظر ڈالو  
 و اس کی تمام گہرائیوں میں غوطہ لگا کر اس سے  
 استفادہ کرو کیونکہ وہ اسم ہاشمی ہے۔ (فی الواقع علوم  
 و معارف آل محمد کا بے پایاں سمندر ہے۔)

بعض اسرار الہیہ احکام کا بیان

اے برادر ایمانی! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہر  
 ہر عبادت کی ایک روح ہوتی ہے اور ایک جسم اور  
 ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن، پس ان کا ظاہر

و بعضی ان بمحصل ہذہ من  
 العلوم الالہیہ لا یفتقر علم الحدیث  
 الیہا کعلم الصرف و النحو و قلیلاً  
 من المنطق و قلیلاً من علم الاصول  
 و بعض الکتاب الفقہیہ ثم یبذل  
 غایۃ الجہد فی علم الحدیث و  
 یطالع الکتاب الاربعۃ و غیرہا من  
 تصانیف الصدوق و غیرہ و لقد  
 اجتمع عندنا ماسوی الکتاب  
 الاربعۃ نحو من مائۃ کتاب و لقد  
 جمعناها و فسرناها فی کتاب "بحار  
 الانوار" فلعلیک بالنظر و الخوض  
 فی لحجۃ الاستفادۃ منه فانہ  
 بحر کما سخی بہ

ثم اعلم یا اخی ان لكل عبادۃ  
 روحاً و جسداً و ظاهراً و باطناً  
 لظاہرها و جسدها الحركات  
 المخصوصۃ و باطنها الاسرار

المقصودة منها والثمرات المرتبة  
عليها و روحها حضور القلب  
والاقبال عليها و طلب حصول ما  
هو المقصود منها ولا تحصل  
تلك الثمرات الا بهذا الك كما  
لصلوة التي هي عمود الدين جعلها  
الله تعالى الفصل الاعمال البدنية و  
رتب عليها آثاراً عظيمة فان الله  
تعالى ان الصلوة تهي عن الفحشاء  
والمكر و قال رسول الله الصلوة  
معراج المؤمن ولا يرتب عليها  
تلك الثمرات الا بحضور القلب  
التي هي روحها اذ الجسد بلا روح  
لا يرتب عليه اثر و لهذا ترى  
صلواتنا لا تنهانا عن الفحشاء  
والمكر ولا يحصل لنا بها العروج  
عن تلك التركات الذنية الى  
الدرجات العلية فان الصلوة  
مصعجون الهمي و مركب سماوي  
اذالو حظت فيها شرائط عملها بنفع  
لجميع الامراض النفسانية  
والادوية الروحانية

(اور جسم) تو وہ حرکات مخصوصہ ہیں (جو ایک عبادت  
گزار انجام دیتا ہے) و اس کا باطن وہ اسرار و رموز  
ہیں جو اس سے مطلوب ہیں اور وہ ثمرات ہیں جو اس  
پر مرتب ہوتے ہیں اور اس کی روح ہے حضور قلب  
اور اس عبادت کی طرف توجہ کرنا اور اصل مقصد کے  
حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور یہ ثمرت صرف اسی  
(حضور قلب) سے حاصل ہوتے ہیں جیسے نماز جو  
دین کا ستون ہے اور جسے خداوند عالم نے تمام بدنی و  
سمانی اعمال سے افضل قرار دیا ہے اور اس پر عظیم  
تہنات و تہنات مرتب فرمائے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ  
فرماتا ہے یا قیوم نماز برائی اور ناشائستہ حرکات سے  
رہنمائی ہے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
فرماتے ہیں نماز مومن کی معراج ہے مگر اس کے یہ  
ثمرت صرف حضور قلب سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں  
جو کہ روح نماز ہے کیونکہ جسم بلا روح پر ہر ہر ثمرہ  
مرتب نہیں ہوتا اس لیے تم کہتے ہو کہ ہماری نماز  
بہیں برائی و ناشائستہ ہوتی ہے ہمیں روکتی اور نہ  
ہی اس سے ہمیں پست درجات سے بلند درجات کی  
طرف معراج ہوتی ہے کیونکہ نماز ایک ایسی خدائی  
معبود اور آسمانی مرکب ہے کہ اگر اس کی  
بجائے آدمی کے جملہ شرائط و آداب کو ملحوظ رکھا جائے تو  
یہ تمام نفسانی و روحانی امراض کے (ازالہ) کے لیے  
مفید و سودمند ہے۔

بعض اسرار الصلوٰۃ کا بیان:

پس لازم ہے کہ جب (نماز گزار) آدمی افعال نماز میں سے کوئی فعل جو مائے قواس کی جو اصلی غرض دعا ہے اس کو پیش نظر رکھے مثلاً نماز سے پہلے جو (سستی) دعائیں پڑھی جاتی ہیں ان کا اصلی مقصد یہ ہے کہ نفس انسانی چونکہ ان ذنوبی امور میں جن کی وجہ آدمی اس کے لیے نامگزرم ہے مشغول ہونے کی وجہ سے وحشی ہو گیا ہے (یعنی خدا اور اس کے دین سے مانوس نہیں رہا) لہذا ضرورت تھی کہ نماز شروع کرنے سے قبل ان دعاؤں کے پڑھنے سے خدا کی بارگاہ سے مانوس ہو جائے۔ نیز بن جملہ قیوایت ہر سے شرعاً کے ایک شرط پر بیہوش گاری اور گناہوں سے بچتا رہنا بھی ہے کیونکہ گناہوں سے ارتکاب سے انسان خدا سے دور ہو جاتا ہے اور خدا فرماتا ہے۔ اللہ سبحانہ، تو صرف متقین کے عمل کو قبول فرماتا ہے جس جب بندے نے بے اعمال کا ارتکاب کیا اور ان کی وجہ سے خدا کی بارگاہ سے بہت دور ہو گیا تو اب وہ نماز پڑھنے سے پہلے تضرع و زاری کرتا ہے کہ خدا اسے معاف کر دے اور اس کے جرائم سے درگزر فرمائے تاکہ وہ خدا کی عبادت کرنے اور اس سے مناجات (دراذ و نیاز کی باتیں) کرنے کے لائق ہو جائے اور نماز کے شروع میں جو) بکیریں کہی جاتی ہیں ان میں یہ حکمت پوشیدہ

فیلم ان یكون الانسان متذكراً فی كل فعل من افعال الصلوة من ذلك الفعل والغرض المقصود منه طهي الدعوات المتقدمة عليها ايناس للنفس التي استوحشت بسبب الاشتغال بالامور الدنيوية التي اضطرابها الانسان بحسب الحكم والمصالح ليكون عند الشروع فيها مستأنساً بحاجه تعالى وايضا من شرائط قبولها التقوى والورع عن المعاصي اذ يارتكابها بعد عن ساحة لربة وقد لال الله اما يتصل الله تعالى من المتقين ولما ارتكب العبد الاعمال السيئة وبعث بسببها خاية البعد يتضرع قبل الصلوة ان يغفر له و يصفح عن جرائمه ليصير اهلاً لان عبده وواجبه و فی التكبيرات تنويه لبحاجه تعالى عن الشريك والمثل والنقص و عن ان يكون للعباد ادراكه بالقوى الظاهرة والباطنة والعقول والافهام

ہے کہ خداوند عالم کی ذات کی شریک، مثل اور ہر قسم کے نقص و عیب اور اس بات سے تزیید و تقدیس اور پاکیزگی بیان کی جائے اور یہ کہ ظاہری و باطنی قوی اور محسوس و انہام سے اس کی اصل حقیقت تک رسائی نہیں ہو سکتی نیز ان سے عقیدہ حق کی یاد تازہ ہو جاتی ہے تاکہ وہ طبیعتوں میں راسخ ہو جائیں اور دعائے توجہ (وجہت و بھی للذی۔۔۔ الخ) میں غلو و غیبت کی تعیم بندگی کا اظہار، ماسوی اللہ سے قطع نظر اور خدا کی طرف مکمل توجہ و انقطاع کا اعلان کرنا مقصود ہے۔ اور (حمد و سوره) پڑھنے میں محبوب حقیقی کے ساتھ سطر تا ہی منگلو و مناجات ہے کہ پہلے اس سے ہی مدد و مناجات، اور اس کے اوصاف کمالیہ ذکر کیے گئے ہیں تاکہ وہ حاجت برآری کا ذریعہ قرار پائیں اور یا ہی متکو اور زو نیاز عرض کرنے کے آداب کی رعایت بھی مد نظر رہے، پھر اس میں بندگی کا اظہار اور پھر اپنی طاقت و قوت سے بیاری اور تمام امور میں بالعموم اور اسے عبادت میں بالخصوص خدا سے مدد طلب کرنے اور پھر سیدھے راستے پر چلنے و گامزن رہنے کا سوال ہے اور اس (صراط مستقیم) سے مراد تمام عقائد و اہل، اخلاق و اطوار اور خدا تک پہنچانے والے راستوں میں سے سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کا راستہ ہے اور یہ مطلب (صراط مستقیم کی طلب) تمام مطالب عالیہ پر مشتمل ہے،

وتذكر للعقائد الحقّة تستقر في  
النعوس و في دعاء التوجه تلقين  
الاخلاص في النية والاظهار لغاية  
العبودية ورفع النظر عما سواه و  
التوجه بسريره اليه و في القراءة  
مكالمة مع المحبوب الحقيقي و  
مناجات بذكر محامده اولاً و  
وصفه بالادب والكمال وسيلة  
امام الساجدة ورعاية لادب  
المكالمات والمناجات ثم اظهار  
العبودية ثم التخلي عن المحول  
والقرة والاستعانة به في جميع  
الامور خصوصاً في العبادة ثم طلب  
الهداية الى صراط مستقيم و هي  
صراط النبي والانسة في جميع  
العقائد والاعمال والاخلاق  
والطرق الى الله تعالى و هذا  
المطلب مشتمل على جميع  
المطالب العالية ثم الاستعانة عن  
صراط اعدائهم ويندرج فيه جميع  
العقائد الباطلة والاخلاق الردية  
والطرق المضلة و جميع

المصنوق فانها جميعاً صراط  
اعمالهم و كذا في الترمذ  
والشعور و تذازل لله تعالى  
لذفع ما في الانسان من الكبر  
والفخر والعجب فامر بان يضع  
مكارم بدنه على التراب عند ربه  
فكذا في كل فعل من الاعمال حكم  
جسمه و مصالح عظيمة لا يفي  
بشرحها الكتب العظيمة و قد ورد  
في الاخبار لكل فعل من الاعمال  
القلوب اسرار هربية و حكم  
عجيبة و اما في هذا  
المقام الى بعض منها من جهة  
التفصيل والا لا يفي هذه الرسالة  
و آلاف امثالها بشرح واحد  
منها فنبه ان يرجع الانسان  
الى الاخبار الواردة فيها و في  
اسرار جميع العبادات و  
حكمها و ياتي بكل فعل على  
وجهه ليكون كل فعل من الاعمال

بمحران ذوات مقدسہ کے دشمنوں کے راستہ سے خدا  
کی پناہ مانگی گئی ہے اور اس میں تمام عقائد باطلہ  
اخلاق رذیلہ، گمراہ کن راہیں اور ہر قسم کے فسق و فجور  
داخل ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں ان کے دشمنوں کا  
راستہ ہیں۔ اسی طرح رکوع و سجود میں خداوند عالم کی  
بارگاہ میں خشوع و خضوع اور اپنی دولت و عزتی کا  
انکسار ہے تاکہ انسان میں جو کبر و نخوت ہے وہ دور  
ہو جائے اس لیے اس کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے  
جسم کے فضل و اعلیٰ اعضاء کو اپنے پروردگار کے  
سامنے خاک پر رکھے اسی طرح افعال نماز میں سے  
ہر فعل میں وہ عظیم الشان حکمتیں پوشیدہ ہیں کہ جن  
کی تشریح بڑی بڑی کتابوں میں بھی نہیں سہا سکتی۔ (تو  
اس مختصر رسالہ میں نہ کی کہاں منجانبش ہے) اخبار  
میں نماز کے ہر فعل سے عجیب و غریب اسرار و رموز  
بیان کیے گئے ہیں ہم نے اس جگہ صرف بطور مثال  
بعض اسرار کی طرف اشارہ کر دیا ہے ورنہ یہ رسالہ کیا  
ایسے ہزاروں رسائل بھی صرف یک حکمت و مصلحت  
کی تشریح و توضیح کے لیے کافی نہیں ہیں لہٰذا اس کو  
چاہئے کہ نماز بلکہ تمام عبادات کے اسرار و رموز کے  
سلسلہ میں جو اخبار و آثار وارد ہوئے ہیں ان کی  
طرف رجوع کرے اور ہر فعل کو کماحقہ، بحالائے تا

ہم نے اپنی کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ میں ان اسرار احکام کا ایک اچھا خاصہ ذخیرہ جمع کر دیا  
ہے۔ (مذہبی منہ)

کہ اس کا ہر فعل غریب خداوندی کا وسیلہ، نفس کی تکمیل کا سبب اور طریق نجات کا راہبر و راہنما قرار پاسکے۔  
دُعا و مناجات کا تذکرہ

پھر یہ بھی جاننا چاہیے کہ خدا تک پہنچنے کے جس قدر راستے ہیں اُن میں سے جو راست سب راستوں سے زیادہ قریب ہے وہ دُعا و مناجات والا راستہ ہے جیسا کہ بہت سے اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے۔

شرائط دُعا کا بیان:

لیکن عبادِ پکار کے کچھ شرائط ہیں (جن کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے) جیسے حضور قلب، توسل، غیر خدا سے قطع امید، خدا پر کامل اعتماد اور سب چھوٹے بڑے، کم و زیادہ غریبیکہ تمام معاملات میں اسی ذاتِ ذوالجل کی طرف توجہ کرنا اور اسی پر بھروسہ کرنا۔  
ادھیہ جات کے اقسام:

جو دُعائیں جناب رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ سے منقول ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔

پہلی قسم: وہ اوراد و اذکار ہیں جو ہر شب و روز میں مقررہ اوقات میں پڑھے جاتے ہیں جو عقائدِ حق کی تجدید، حاجات کی طلب، رزق کے حصول اور دشمنوں کے نکر و فریب سے بچنے اور اس قسم کے دوسرے مطالبِ حق پر مشتمل ہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ

وَسِيلَةً لِّقَرْبِهِ وَسَبِيلًا لِّتَكْمِيلِ نَفْسِهِ  
وَهَادِيَةً لَهُ إِلَى سَبِيلِ مَجَاهِدِهِ

ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ اقْرَبَ الطَّرِيقِ إِلَى  
اللَّهِ تَعَالَى كَمَا هُوَ ظَاهِرٌ مِنْ كَثِيرٍ  
مِنَ الْاَخْبَارِ هُوَ طَرِيقُ الدُّعَاءِ  
وَالْمُنَاجَاةِ

لَكِنْ لَهَا شَرْطٌ مِنْ حُضُورِ  
الْقَلْبِ وَالتَّوَسُّلِ وَقَطْعِ الرَّجَاءِ عَنِ  
سِوَاهِ وَالْاعْتِمَادِ الْكَامِلِ عَلَيْهِ  
وَالْتَوَجُّهِ فِي صَغِيرِ الْأُمُورِ وَكَبِيرِهَا  
وَقَلِيلِهَا وَكَثِيرِهَا إِلَيْهِ مُبَحَّانَةً

وَالْإِدْعِيَّةَ الْمَأْثُورَةَ عَلَى نَوْعَيْنِ  
مِنْهَا الْأَوْرَادُ وَالْأَذْكَارُ الْمَوْثُوقَةُ  
الْمُقَرَّرَةُ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ الْمُشْتَمِلَةُ  
عَلَى تَجْدِيدِ الْعُقَائِدِ وَطَلَبِ  
الْمَقَاصِدِ وَالْإِرْزَاقِ وَدَفْعِ الْكَدِّ  
الْإِعْدَاءِ وَنَحْوِ الْكَسْبِ وَبَعْضِ الْمَصْرَعِ  
أَنْ يَجْتَهِدَ فِي حُضُورِ الْقَلْبِ وَالتَّوَجُّهِ



والتضرع عند قرائتها لكن يلزم ان لا يتركها ان لم يتيسر ذلك

والقائي المناجات و هي الادعية المشتملة على صفوف الكلام والتوبة والامسالة

والاعتذار و اظهار الحب والتذلل والانكسار و طي انه لا يسفي ان

يقرا تلك الامع الهكاء والتضرع والخشوع التام و ينبغي ان يترصد

الاولات لها و لا يقرأ بدون ما ذكر فشيء الاستهزاء وسخرية و هدا

القسمان من الذعاء ببركة اهل البيت عددا كثيرة لا يفي الفرصة

باشتغال عشر من اعشارها اما القسم الاول فاكثرها مذكورة في

مصباحي الشيخ الطوسي و الكفعمي و كتابي السمات و

الالبال لابن طائوس في ضمن التعقيبات وادعية الاسبوع و

ن دعاؤں کے پڑھتے وقت اس پر حضور قلب، توجہ اور تضرع و زاری کی کیفیت طاری ہو لیکن اگر کسی وقت یہ کیفیت طاری نہ ہو تب بھی لازم ہے کہ ان دعاؤں کا پڑھنا ترک نہ کرے۔ لاں لہا لوالد جمعہ۔

مناجات کا بیان:

دوسری قسم، مناجات ہے اور اس سے مراد وہ خاص دعائیں ہیں جو مختلف قسم کے کلام جیسے توبہ و

ستغفار، استغاثہ و اعتذار، غلوں و محبت اور ذلت و

تکساری کے اظہار پر مشتمل ہیں میرا خیال ہے کہ جب تک آدمی پر گریہ و بکا، خشوع و خضوع اور

تضرع و زاری کی حاصل کیفیت طاری نہ ہو اس وقت تک ان مناجاتوں کو نہ پڑھنا چاہیئے اور اس

قسم کے اوقات و حالات کا اختصار رہنا چاہت ورنہ اسکی کیفیت کے بغیر ان کا پڑھنا تسخر و مذاق

اڑانے کے مترادف ہے یہ دونوں قسم کی دعائیں اہمیت نبوت کی برکت سے ہمارے پاس اس قدر

بکثرت موجود ہیں کہ ان کے عشر عشر کے پڑھنے کی بھی فرصت نہیں مل سکتی چنانچہ یہی قسم کی دعائیں

سراکار علامہ کے پر مغز کلام میں بڑا وزن ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اگر کوشش کے باوجود وہ کیفیت طاری نہ ہو تو پھر بھی بموجب الوجود خیر من العدم (یعنی کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے ان مناجات کا پڑھنا قاعدہ سے خالی نہیں ہے (مذہبی حد)

|   |  |
|---|--|
| <p>مصباح التجويد شیخ طوسی اور مصباح کفعمی اور جناب سید ابن طاووس کی کتاب معج الدعوات اور کتاب اقبال میں تعجبات نماز، ہفتہ کی دعاؤں اور سال کے اعماس کے ضمن میں مذکور ہیں اور دوسری قسم کی دعاؤں بھی انھی یا ان جیسی دوسری کتابوں (جیسے زاد المعاد علامہ مجلسی، ورمفاتح الجنان محدث فی اور ہماری کتاب زاد المعاد وغیرہ۔ میں نکھری پڑی ہیں) جیسے مناجات طسہ عشر، مناجات انجلیہ اور دعاؤں مکمل وغیرہ اور صیغہ کاملہ کی اکثر بلکہ تمام دعاؤں اور مناجاتیں اسی دوسری قسم میں داخل ہیں۔ پھر یہ بھی خیال رہے کہ بعض دعاؤں میں خوف و بیم، خطر بد و مصیبت و رجس آسائش و کشائش وغیرہ مختلف آسانی حالت، کیفیات سے مناسبت رکھتی ہیں جن کو چاہے کہ ہر حالت میں وہ دعا و مناجات پڑھے جس حالت کے مطابق ہے جب تم اس راستہ پر گامزن ہو گے تو تمہیں یقین حاصل ہو جائے گا کہ خدا تک رسائی حاصل کرنے کا قریب ترین راستہ یہی ہے اور اسی سے دنیا و آخرت کے مقاصد و مطالب حاصل ہوتے ہیں۔</p> | <p>اعمال النّیّة و غیرها والقسم الثّانی ایضاً مشورۃ فی عرض تلک الکتاب وغیرها کالادعیۃ الخمسہ عشر والمناجات المعروفة بالانجلیۃ و دُعاء کمیل النّعمی و غیرها و التّصحیفہ الکامۃ جنہا میں کتبہا فی مقدم الثّانی ثم ان بعض تلک الادعیۃ یاسب حالۃ الخوف و بعضہا للبلاء و بعضہا للفرحاء الی غیر ذلک من الاحوال المختلفۃ الّتی ترد علی الانسان فبھی ان یقرأ الانسان فی کل حالۃ ما یاسبها من الادعیۃ مع التّدبّر فی معانیہا والبکاء والتضرّع فیہا و انت اذا سلکت هذا المملک ابقت انه اقرب الطّرق الی اللّٰہ تعالیٰ و بہ یحصل مقاصد الدّنیاء و الآخرۃ</p> |
|---|--|

لہ بفضلہ تعالیٰ ہم نے اس ہر دو قسم کی دعاؤں اور مناجاتوں اور سال بھر کے اعماس و عبادات اور زیارات تعجبات عالیات پر مشتمل ایک جامع کتاب مرتب کی ہے جس کا نام زاد المعاد لیوم العاد ہے (منہ غنی عند)

اخلاق حسہ اور اخلاق سنیہ کا بیان:

جاننا چاہئے کہ نفس انسانی کی سب سے بڑی سعادت اخلاقِ جلیلہ و جمیلہ ہیں جیسے خلوص و پاکیزگی، جود و سخا، اخلاص و ایثار، عاجزی و انکساری وغیرہ وہ تمام اخلاق حسہ جو عقلاً و شرعاً مستحسن ہیں، اور نفس انسانی کی سب سے بڑی حدیث اخلاقِ رذیلہ و رونیہ ہیں جیسے نفل و کجروی، خودی و روپائی، کبر و نخوت، ریا و سمہ، غیظ و غضب اور حقد و کینہ وغیرہ مہلکات نفس جو عقلاً و شرعاً قبیح ہیں، پس انسان پر لازم ہے کہ اخلاقِ رذیلہ سے اپنے دامن کو بچائے اور اخلاقِ جلیلہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کی پوری پوری کوشش کرے۔

ثم اعلم ان اعظم سعادات النفس  
الاخلاق الحسنه الزكّية من الخلوص  
والطهارة والجود والتعلاء  
والاخلاص والمسكنة والحكم  
غیره من الاخلاق الحسنه التي  
استحسنها الشرع والعقل والقوى  
مهلكات النفس الاخلاق المذمومة  
الرذيلة من البخل والجبن والكبر  
والغضب والرياء والنصب والحقد  
غیرها من المهلكات الرذيلة التي  
استباحتها العقل والشرع ليجب على  
الانسان السعي في التخلص عن الاخلاق  
السنية والتعلى بالاطوار المرصنة

۱۔ اخلاقِ جلیلہ و جمیلہ کی عظمت و اہمیت کسی تشریح و توجیہ کی محتاج نہیں ہے اس سلسلہ میں سرکارِ خاتم الانبیاء کا بھی ارشاد کافی ہے کہ اما بعثت لا نعم مکارم الاخلاق مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ عہدہ اخلاق کی تکمیل کر دوں۔ اس ارشاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مشیت کا مقصد اور غرض و غایت ہی مکارم الاخلاق کی تکمیل قرار دی ہے حقیقت یہی ہے کہ انسان کی انسانیت کا رد و ہمارے عہدہ اخلاق و اطوار پر ہے۔ و نعم ما نزل

القبل عی النفس و استكمل فضائلها

فانت بالنفس لا بالجسم انسان

اور اس سلسلہ میں علم الاخلاق کی مبسوط کتابوں کے علاوہ ہماری فقہی کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ کی جلد اول کتاب الطہارت باب اخلاق الحسنہ والیسیر کا مطالعہ بڑ مفید ہے۔ (مفتی محمد)

صوفیوں کی غلط روش و رفتار پر تنقید:

صوفی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ مقصد (اخلاقِ مذلیلہ سے حقیقی اور اخلاقِ جمیدہ سے حقیقی) مآلوف اور مرغوب چیزوں کے ترک کر کے، لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے، (ناچار) مشقتیں جھینے کزور کشندہ، بھوک برداشت کرنے، نور ہمیشہ جاتے رہنے یا اس قسم کے دوسرے ان اعمال سے حاصل ہوتا ہے جن کی بجا آوری ان لوگوں کا طور طریقہ ہے۔

میں نے (صوفیوں میں سے) بعض ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جنہوں نے (مذکورہ بالا) شدائد و تکالیف جھیلے ہیں مگر (بجائے اس کے کہ ان کے اخلاقِ جمیدہ بڑھتے و اخلاقِ رذیلہ کم ہوتے) انہیں ان کے اخلاقِ سنیہ میں اضافہ ہو گیا ہے اور اخلاقِ خبیثہ کم ہو گئے ہیں۔ (ان غلط قسم کی ریاضتوں اور چلہ کشیوں کی وجہ سے) ان پر سوا کا غلبہ ہو جاتا ہے اس لیے اس کی بد قسمتی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ کوئی شخص ان سے بات چیت نہیں کر سکتا اور ان کا عجب و تکبر اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ یہ گمان فاسد کرنے لگتے ہیں کہ وہ انبیاء کے درجہ سے بھی آگے نکل گئے ہیں اس لیے وہ تمام لوگوں کو برا سمجھتے ہیں اور ان سے وحشت و نفرت کرنے لگتے ہیں یہی کیفیت ان کے دوسرے صفات و حالات کی ہے لیکن

وزعمت الصوفیۃ انہما اتعا  
بمحصلان بمرک المالوفات  
والاعتزال عن الخلق وارتکاب  
المشاق و ملازمة الجوع  
المنہک والسهر المذائم و سائر ما  
هو طورہم و دانیہم و انہی وجدت  
من یفاس تلک الشدائد مہم ترید  
اخلاقہ الرذیلة و تقل اخلاقہ الحسنہ  
او یغلب علیہ السوادہ فلا  
یمکن لاحد ان یکلم معہم  
بکلمۃ لیسوا علفہم و یقوی  
تکبرہم و عجبہم بحیث  
یظنون انہم تجاوزوا عن درجۃ  
الانبیاء و یفصون جمیع الخلق  
و یسرحشون مہم و کذا سائر  
صفاتہم لکن لا یظہر ذلک

للسخلق لعدم معاشرتهم  
معاملتهم معهم

و عسى ان طريق معالجة ذالك

ان يعزل الى الله تعالى في دفع  
ذلك الزائل ثم يتعكر في سوء  
عواقبها و عيوب نفسه و ردالة اصله  
و ما يتهى اليه حاله و نقص اعماله  
و لئانه لم يعالج كل خصلة بتمرير  
النفس على ضدّها حتى يصير ضد  
ها له خلفاً و عادة و في الناء ذالك  
يتنهر في الاخبار الواردة في ذمها و  
مدح ضدّها و كتاب الكفرو  
الايمان من الكافي مشحون بها

و

ان لوگوں کے یہ حالات عام لوگوں پر اس لیے ظاہر  
نہیں ہوتے کہ اُن کو ان کے ساتھ رہن سہن اور مین  
دین کا اتفاق نہیں ہوتا۔ (یا اگر ہوتا ہے تو بہت کم)

اخلاقی رذیلہ سے گلو خلاصی کرانے کا طریقہ

کار

میرا خیال یہ ہے کہ بُرے اخلاق سے گلو خلاصی  
کرانے کا (وہ طریقہ درست نہیں ہے جو صوفیوں  
نے گزر رکھا ہے بلکہ اس کا) صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ  
آدمی کو چاہیے کہ سب سے پہلے تو ان صفات رذیلہ  
کے ازالہ کے سلسلہ میں خداوندِ عالم کی بارگاہ میں  
رجوع کرے، پھر ان اخلاقی رذیلہ کے بُرے انجام،  
اپنے نفس کے عیوب، اپنی اصل حقیقت کی روایت و  
نامت لے، پے انجام و پے اعمال و نیات کے  
ناقص ہونے میں غور و فکر کرے۔ بعد ازاں نفس کو  
اس کی ہر بُری صفت کی ضد یعنی اچھی صفت کے  
اختیار کرنے پر آمادہ کرے یہاں تک کہ وہ صفت  
اس کی خصلت و عادت بن جائے اس اثناء میں ان  
اخبار و آثار میں بھی براہِ غور و تدبر کرتا رہے جو بُرے  
خلاق کی مذمت اور اچھے اخلاق کی مدحت میں وارد

۱۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس آدمی کی ابتدا وہ نطفہ گندیدہ ہو کہ جس کا ایک قطرہ خارج  
ہونے سے غسل جنابت واجب ہو جائے اور اجتہادِ مُردہ ہو کہ جسے پھونے سے غسلِ منیٰ واجب  
ہو جائے اسے نکمر اور بڑا الی کا دعویٰ کرنا زیب نہیں دیتا۔ (منہ مخفی عند)

مثلاً صاحب النخل يداوى نفسه  
بعد التوسل اليه تعالى و التضرع في  
ان المال لا ينفعه بعد الموت  
والمطاء ينفعه و ان الله يخلعه ولا  
يخلف و غده ثم يتسبر في الآيات و  
الاخبار الواردة في دمه و يرحم  
نفسه على العطاء ففي المرتبة  
الاولى بشق و في الثانية يسهل الي  
ان يصير العطاء له عادة و خلقاً لا  
يمكنه تركه و كذا صاحب الترفع  
في المجالس يعالج نفسه بعد ما  
ذكر بان يجلس مراراً و مراراً ما يلق به  
من المجلس الي ان يصير له خلقاً و  
هكذا في سائر الاخلاق و الفضل ما  
يقرأ في التوسل دعاء ان في  
الصحيح الكافية لمكارم الاخلاق

ہوئے ہیں۔ "اصول کافی باب الکفر و النفاق اس  
قسم کی حدیثوں سے لبریز ہے۔ مثلاً ایک بخیل آدمی  
ازالہ بخل کے سلسلہ میں خدا سے توسل ہونے کے  
بعد اس بات میں غور و فکر کرے کہ مرنے کے بعد مال  
اسے فائدہ نہیں دے گا بلکہ اس کا (نیک کاموں  
میں) خرچ کرنا اس کو فائدہ دے گا اور اللہ اسے اس کا  
بدل دے گا اور خدا نے اس سے اجر و عوض کا جو وعدہ  
کیا ہے وہ ہرگز اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔  
پھر ان آیات و روایات میں تذکرہ کرے جو بخل  
کی مذمت میں وارد ہوئے ہیں اور پھر اپنے نفس کو  
بخل پر سرکش کرے تاکہ وہ عطا و بخشش پر آمادہ  
ہو جائے۔ چنانچہ پہلی بار اس پر بخشش شاق ضرور  
گذرے گی مگر دوبارہ آسان معلوم ہوگی یہاں تک کہ  
عطا و بخشش اس کی عادت بن جائے گی (پھر اسے  
عطا کرنے میں شغف محسوس ہوگا)۔ اسی طرح جس  
(متکبر عزائم آدمی کو) جس میں وہی فعل میں بند جگہ پر  
بیٹھنے کی عادت ہے وہ اس کا دل اس طرح کرے  
کہ پہلے (بخیل کے بارہ میں) مذکورہ ہال انداز پر  
غور و فکر کرنے کے بعد (عملاً) بار بار اپنی شان کے  
لائق منصب و مقام سے پست تر جگہ پر بیٹھنے کی  
کوشش کرے یہاں تک کہ یہ (خاکساری و  
اکساری) اس کی خصلت و عادت بن جائے۔ یہی  
ترکیب دوسرے تمام اخلاقی رذیلہ کو زور کرنے اور

والاستعانة من سوء الاخلاق و  
ملازمة العبادۃ بشرائطها كافية فی  
رفع تلك المهلكات ولا يحتاج  
الانسان الى ارتكاب البدع  
والعشریات فیکون دفعاً للعاید  
بالافسد.

اخلاق خستہ حاصل کرنے کے لیے سود مند ہے، اس  
سلسلہ میں ہارگاہ ایزدی میں توسل و درخواست پیش  
کرنے کے بارے میں سب سے افضل و دعائیں  
ہیں جو صحیفہ کاملہ میں موجود ہیں ایک دعائے مکارم  
اخلاق دوسری دعاء للاستعاذہ من سوء الاخلاق  
حقیقت یہ ہے کہ اگر شرعی عبادات کو ان کے مقررہ  
شرائط و آداب کے ساتھ بجالایا جائے تو وہی اخلاق  
مہلکہ کو دور کرنے کے لیے کافی ہیں (صوفیوں کی  
طرح) بدعات اور خود ساختہ وظائف کی کوئی  
ضرورت نہیں رہتی ورنہ یہ فاسد کا دفاع الہد سے  
اور باطل کا ابطال ابطال سے ہوگا۔

نوافل اور نماز تہجد کا بیان۔

اسے برادر ایمانی تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ  
نوافل یومیہ اور نماز تہجد فرض یومیہ کی (کئی) کے  
مشتم (تمام کنندہ) ہیں اور یہ عشر سدر صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کے ان سن میں سے ہیں جن کو آنحضرتؐ  
نے دار دنیا سے رخصت ہونے تک مدت العمر  
میں کبھی ترک نہیں کیا اس لیے تم بھی انہیں ترک نہ  
کرو اور اگر کبھی ترک ہو جائیں تو حتی الامکان ان  
کی قضا بہم لاؤ۔

لم اعلم يا اخی ان النوافل  
اليومية و صلاة اللیل معتمة  
للغرض و هی من سنن النبی لم  
یتروکھا الی ان مضی من الدنیا فلا  
تترکھا و ان ترکھا فانقصھا حیث  
ما یسر

لے متعدد روایات میں وارد ہے کہ جو شخص سن دن نوافل کو خفیف سمجھ کر بدعت نہیں پڑھتا اسے بدعت و عشر  
(هذا مستخفف بسنة رسول الله) کہہ کر پکارا جائے گا۔ (منہ مخفی عن)

## مستحق روزوں کا بیان:

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ہر ماہ کی پہلی اور آخری جمعرات اور درمیانے عشرہ کے پہلے بدھ کو روزہ رکھا جائے کیونکہ یہ بھی آنحضرتؐ کے سنہ مقدسہ میں سے ایک سنت ہے اسی طرح نماز شب کو اس کی مخصوص دعاؤں اور تضرع و زاری کے ساتھ ضرور بجا دے کیونکہ رات کا یہ وقت بندے کے لیے اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرنے کا بہترین محل و مقام ہے اور اس وقت دعا و رحمت اور مناجات کا دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور اس وقت خاطر جمع ہوتی ہے اور عمل خلوص کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (چونکہ خدا کے سوا اس وقت اور کوئی شائد ناہی دیکھتا ہے) جیسا کہ خدا فرماتا ہے "رات کا انصاف ہے تو بڑی رحمت کا باعث مگر بات چیت کیلئے بہت سوزوں ہے۔" نیز اس وقت لازم ہے کہ اپنے برادرانِ ربانی کے لیے بالتفصیل (نام بنام) دعا کرو کیونکہ یہ کرنا خود تمہاری حاجت برآوردگار کا بہت اچھا ذریعہ ہے جو کچھ اپنے دینی بھائیوں کیلئے طلب کرو گے اس کے دو برابر بلکہ کئی گنا زیادہ خدا تمہیں اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور دنیوی حاجات بھی برائے گا۔

تعلیقاً سب نمازیں بخاتمہ کا بیان

نماز صبح کے بعد تم پر (سرکار محمد و آل محمدؐ سے

و علیک من الصوم بالخمیس  
الاولی والاخری والاربعا الاولی من  
العشر الاوسط فانها ایضا من سنہ  
و علیک فی صلوة اللیل بالدعوت  
و تصرع والیکاء فان هذا الوقت  
من اللیل محل قرب بعد من الرب  
و باب الدعاء والرحمة و المساجاة  
مفتوح والقلب مجتمع والعمل فیہ  
القرب من العلوص کما قال اللہ  
تعالی ان ناسئد اللیل ہی اشد وطأ  
القوم قیلاً و علیک فی ذلک  
الوقت بالدعاء لخواصک المؤمنین  
تفصلاً فانہ اقصى لحاجتک و  
انت فیہ ہملی ما طلبت لہم بل  
باضاعافہ

و علیک فی تعقیب صلوة



منقول اوراد و وظائف اور دعاؤں کا پڑھنا اور ان پر  
 عداوت کرنا لازم ہے کیونکہ اس وقت رزق تقسیم  
 ہوتا ہے۔ بعد ازاں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے  
 (تسبیحات اربعہ) پڑھنے پر عداوت کرو (اور وہ یہ  
 ہیں) : سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا  
 اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کیونکہ یہ تسبیحات عرشِ عبادت و  
 معرفت کے ستون ہیں۔ پھر سرکارِ محمد و آلِ محمد علیہم  
 السلام پر درود و سلام بھیجنا افضل ترین عمل ہے، پھر  
 درج ذیل اذکار اربعہ کو جو قرآن و حدیث میں وارد  
 ہیں کافی مقدار میں پڑھنے پر مواظبت کرو اور وہ یہ  
 ہیں۔

بعض اذکار و اوراد مسنونہ کا بیان۔

(۱) اذکار رزق و تسبیح امور کیلئے۔

عاشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

(۲) شہداء اور شہداء کے لئے دعائے

حسب اللہ و نعم الوکیل

(۳) دنیا و آخرت کے ہر مومن کے لئے کیلئے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ

الظَّالِمِينَ

(۴) دشمنوں کے مکر و فریب سے بچنے کیلئے

وَأَقْوَمُ شَأْنِي أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ بَصِيرًا

بِالْعِبَادِ

الفجر ۴ لَذَهْوَاتِ وَالْإِذْكَارِ  
 المألورة و المواظبة عليها فان  
 تلك الساعة ساعة تقسيم الارزاق  
 و عليك بعد ذلك في مشيك  
 و قيامك و نومك عداوته ذكر  
 سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا  
 اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ فانها اركان عرش  
 العبادة و المعرفة ثم الصلوة على  
 النبي فانها الفصل الاعمال ثم  
 مواظبة قدر وافي من هذه  
 الاذكار الاربعة الواردة في القرآن  
 و الاخبار ماشاء الله لا قوۃ الا بالله  
 الله لتيسير الامور و حسننا الله و  
 نعم الوکیل لدفع الخوف من  
 الاعداء و الشدائد و لا اله الا انت  
 سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ  
 لدفع هموم الدنيا و الآخرة و غمها  
 و اقْوَمُ شَأْنِي أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ  
 بَصِيرًا بِالْعِبَادِ لدفع كيد الاعداء

ولا قل ما تواظب عليه من  
الاذکار کل یوم

ان تصلى على محمد و آل  
محمد مائة مرة و في يوم الجمعة و  
ليلتها الف مرة

و ان تقول كل يوم ثلاث مائة و  
ستين مرة عدد عروق الجسد  
الحمد لله رب العالمين على كل  
حال و ان قرأت ذلك عدد كل  
صباح و مساء فهو الفصل

و قل في كل يوم استغفر الله  
سبعين مرة و اتوب الى الله سبعين  
مرة و اكثر في الاستغفار لانه يكفر  
الذنوب و يزيد في الرزق و في  
الاولاد

و اقراء كتاب التسيحات  
الاربعة ثلثين مرة

و قل كل يوم مائة مرة لا اله الا  
الله الملك الحق المبين و ان  
تغفر ثلثين مرة

و قل كل يوم مائة مرة لا حول

الذکار و اوراد کی کم از کم وہ مقدار جو ہر روز پڑھنی  
چاہیئے وہ یہ ہے

(۱) سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام پر ہر روز ایک سو بار  
اور شب و روز جمعہ میں ایک ہزار بار روز و سلام

(۲) ہر روز جسم کی بڑی بڑی رگوں کی تعداد کے  
مطابق تین سو ساٹھ مرتبہ

الحمد لله رب العالمين على كل حال  
اور اگر ہر صبح و شام یہ مقدار پڑھی جائے تو افضل ہے

(۳) ہر روز ستر بار استغفر الله اور ستر بار اتوب  
الى الله۔ جس قدر ہو سکے استغفر زیادہ کر دے کیونکہ  
یہ غلشوش گناہوں، وسعت رزق اور کثرت اولاد کا  
باعث ہے۔

(۴) تسیحات اربعہ (ہر ماہ کے بعد) میں مرتبہ

(۵) ہر روز سو مرتبہ لا اله الا الله الملك  
الحق المبين اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر کم از کم میں  
مرتبہ پڑھنا ترک نہ کیا جائے۔

(۶) ہر روز سو بار لا حول ولا قوة الا بالله

وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

ورد کیا جائے

وَقُلْ كُلُّ يَوْمٍ عَشْرَ مَرَّاتٍ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ لَهٗ إِلَهًا وَاحِدًا وَاحِدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا

(۷) ہر روز دس بار اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَحَدُہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اِلٰہًا وَ اَحَدًا اَحَدًا صَمَدًا اَلَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا پڑھا جائے۔

وَقُلْ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَ غُرُوبِہَا عَشْرَ مَرَّاتٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَخُذْهُ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَمَّا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُکُنْ لَہٗ اَلْحَمْدُ یُحِیْ وَ یُمِیْتُ وَ هُوَ حَیٌّ لَا یَمُوتُ بِیَدِہِ الْخَبَرِ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(۸) طلوع و غروب آفتاب سے قبل دس دس مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَ خُذْہُ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَمَّا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُکُنْ لَہٗ اَلْحَمْدُ یُحِیْ وَ یُمِیْتُ وَ هُوَ حَیٌّ لَا یَمُوتُ بِیَدِہِ الْخَبَرِ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

وَعَشْرَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیْطَانِ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ یَّخْضُرُوْنَ اِنَّ اللّٰہَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ فَانَّهُ قَدْ وُردَ فِی الْاَخْبَارِ اِلَہِمَا سُبْحَانَ وَاجِبَتَانِ وَ اِذَا لَمِیْتُمَا فِی وَفْقَتِہِمَا لَفَاقَصْتُمَا

(۹) طلوع و غروب سے پہلے دس بار اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیْطَانِ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ یَّخْضُرُوْنَ اِنَّ اللّٰہَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اخبار میں وارد ہے کہ یہ دونوں اگر شفقت واجب ہیں لہذا اگر بروقت ان کا پڑھنا ضرور پاؤ تو ان کی تقاضا کرو۔

وَقُلْ مِائَةَ مَرَّةٍ بَعْدَ صَلَوةِ الْمَغْرِبِ وَ الْعِصَةِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَوْ اِذَا لَمِیْتُمَا فِی وَفْقَتِہِمَا لَفَاقَصْتُمَا

(۱۰) نماز صبح اور مغرب کے بعد سو بار بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم سات بار ضرور پڑھو کیونکہ یہ ذکر ستر قسم کی بلاؤں اور مصیبتوں سے باعثِ امن و امان ہے۔

سبعین نوعاً من البلاء

و اکثر فی قراۃ سورۃ قل هو  
 اللہ احد۔ و انا انزلناه فی ثلثۃ القدر  
 و ان قدرت ان تقرأ انا انزلناه فی  
 لیلۃ مائۃ مرۃ فافعل

و قراۃ آیۃ الکرسی و شہد اللہ  
 و قل اللہم و سورۃ الحمد و قل هو  
 اللہ احد بعد کل صلوۃ و قنود  
 علی جمیع ما ذکر لک الاخبار و  
 لا شک ان کنت مومناً باہل بیت  
 بیك انہا الفضل من الاوراد  
 المتحبۃ الی المہاجرانہ من  
 اہل بیت النبۃ من اہل السنۃ  
 التارکین الاقتداء باہل بیت

و علیک بصلوۃ جعفر بن ابی  
 طالب و قلہا کل اسبوع مرۃ و ہد  
 الشدائد فانہا مجربۃ لقضاء  
 الہوائج و علیک بتحصیل کتب  
 الدعاء و الاعمال المخصوصۃ بالانام  
 و اللہالی فان لکل منها تاثیراً خاصاً

(۱۱) سورۃ توحید (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) اور سورۃ قدر  
 (اَنَا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ ثَلَاثَةِ الْقَدْرِ) کو بکثرت پڑھو اگر  
 ممکن ہو تو ہر روز سو بار سورۃ القدر پڑھا کر

(۳) نیز ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی، آیۃ شہد اللہ  
 اِنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ۔ آیۃ قل اللّٰهُمَّ مَا لَکَ  
 الْمُلْکِ سورۃ حمد اور سورۃ قل ہو اللہ احد پڑھو۔

اوپر جو کچھ اور اودا ذکر بیان کیے گئے ان  
 سب کے متعلق معصومین کے اخبار و آثار وارد  
 ہوئے ہیں، اگر تمہارا اہلبیت نبوت پر ایمان ہے تو  
 جنہیں تسلیم رہا پڑے گا کہ یہ دعائیں اور اوقیہ  
 (جدا جائے تھی اور آجائے سبج العرش وغیرہ) سے  
 بدرجہا بہتر و برتر ہیں جو اہل سنت کے چند جاہل  
 مدعی اور خادس بخت کی قضا کے تارک ہو گوں  
 کے مرتب کردہ ہیں

اسی طرز پر ہمارے جعفر بن ابی طالب (علیہ السلام)  
 کی بجا آوری بھی لازم ہے، ہم اگر کم ہمت میں ایک بار  
 اور شدائد و مصائب کی پینہ سے وقت سے (ہار  
 ہار) پڑھنا چاہیں گے کہ نیک حاجت برآری کیلئے اس کا  
 پڑھنا مجرب ہے۔ نیز تم پر ان کتابوں کی جمع بندی  
 بھی لازم ہے جن میں عام دعاؤں کے علاوہ ان  
 اعمال کا بھی تذکرہ ہے جو شب و روز کے ساتھ مختص  
 ہیں کیونکہ ان اعمال میں سے ہر ایک عمل کا قرب

فِي التَّقَوُّبِ إِلَى اللَّهِ

وَاتِّبَاكَ وَاتِّبَاعِ الْأَعْمَالِ الَّتِي

لَمْ تَرَاهَا فِي الْكُتُبِ الْمَعْتَبَرَةِ مِنْ

أَخْبَارِ الشَّيْخَةِ فَإِنَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

قَلِيلٌ فِي سُنَّةِ خَيْرٍ مِنْ كَثِيرٍ فِي بَدْعَةٍ

وَعَلَيْكَ بِقَلَّةِ الْأَكْلِ وَالنَّوْمِ لَا

تَرْكِبِ الْحَيَوَالِي أَوْ شَيْءٍ مِمَّا أَمَرَ

اللَّهُ بِهِ عَلَيْكَ وَلَا يَحِثُّ بِمَحْفُوفٍ

وَلَا تَقْدِرْ عَلَى الْعَمَلِ لَانَ الْيَدَيْنِ

مَطْلَبُكَ وَتَحْتَاجُ إِلَى تَعَرُّفِهَا

لِلْأَعْمَالِ الْكَثِيرَةِ وَعَلَيْكَ بِالسَّعْيِ

فِي حَلِيَةِ أَكْلِكَ وَمَلْبَسِكَ وَنَعْدِ

هِمَا مِنَ الشَّهَاتِ بِأَجْمَعٍ مَا

تَصْرِفُهُ لِنَفْسِكَ أَوْ وَجْهِهِ الْبَرِّ

وَعَلَيْكَ بِقَلَّةِ مَصَاحِبَةِ

الْفَاسِقِينَ وَالظَّالِمِينَ وَمَعَاشَرَتِهِمْ

فَإِنْ لَصَحَبَتِهِمْ تَأْثِيرٌ عَظِيمٌ فِي

قِسَاوَةِ الْقَلْبِ وَبُعْدِكَ عَنِ اللَّهِ الْإِلَهِ

خداوندی حاصل کرنے میں ایک خاص اثر ہے۔

خود ساختہ اور ادنیٰ مذمت:

خبردار ان اعمال کو ہرگز نہ بجالانا جن کو شیعی کی

کتاب معتبرہ میں نہ پاؤں۔ جناب رسول خدا کا ارشاد ہے

کہ سنت کے مطابق تھوڑا سا عمل، بخلاف سنت (بطور

بدعت) بہت سے عمل سے (بدرجہا) بہتر ہے۔

نیز یہ حدایات:

تم پر تھوڑا کھانا اور تھوڑا سونا لازم ہے نیز یہ کہ

حیوانات کا کھانا اور حلال اور جائز نعمتوں کا استعمال

بالکل ترک نہ کرو چنانچہ جس سے تم اس قدر کمزور ہو جاؤ

کہ عمل بھی نہ ہو یا سکو کیونکہ بدن تمہاری سواری ہے

اور بہت سے اعمال و عبادات کیلئے تم اس کی تقویت

کے محتاج ہو۔ نیز کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں

ہلکے گرم چیزوں میں تمہیں تم پنے والی مصارف یا

کسی نیک کے کام میں صرف کرتے ہو یہ سعی و کوشش

لازم ہے کہ وہ عمل ہوں اور شہوات سے دور ہوں۔

اچھے ہم نشین کے اوصاف

اسی طرح جتنا ہو سکے فاسقوں اور خالوں کی

صحبت اور ہم نشینی کم کر دو کیونکہ اس صحبت کو قساوت قلبی

اور خدا سے دوری میں بڑا دخل ہے۔ ہاں البتہ اگر

تمہاری غرض یہ ہے کہ ان کو نیکی کی ہدایت کرو یا کسی

مظلوم سے (ان کے) قلم کو ڈور کرو یا (ان سے) ترک تعلق میں جان یا مال کا خوف ہو (تو ان صورتوں میں ان سے گدہری میل جول رکھنا جائز ہے۔) نیز ضروری ہے کہ کچھ ایسے ہمیشہ اختیار کرو جن کی ہمیشہ تمہارے لیے آخرت سنوارنے میں مددگار ہو۔ ہر شخص کی صحبت میں نہ بیٹھو کیونکہ کثرتِ ہمتی زمانہ وہ ہوتے ہیں جن کی صحبت دین و دنیا میں ضرر دہاں ہوتی ہے۔ (وارد ہے کہ) حواریین نے جنابِ صیق کی خدمت میں عرض کیا ”یا روحِ اللہ! ہم کس کی ہم نشینی اختیار کریں؟“ فرمایا اس کے پاس بیٹھو جس کا دیکھنا تمہیں خدا یاد دلائے، جس کی گفتگو تمہارے علم کو بڑھائے اور جس کا عمل تمہیں آخرت میں رغبت دلائے۔ اور چاہئے کہ تم غیر ضروری باتوں میں دھل دینے کی بجائے خاموشی اختیار کرو۔

مداخلت فی الدین سے اجتناب کی تلقین۔  
 بغیر دینی علم کی بصیرت کے حلال و حرام کے احکام میں لب کشائی نہ کرو کیونکہ فتویٰ دینے والے شخص جہنم کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہے (کہ ادھر تھوڑی سی لغزش ہوئی اور دھر جہنم میں گرا۔) خدا فرماتا ہے جو لوگ خدا پر افترا پردازی کرتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ نیز فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا پر جھوٹ

ان تجدد فی نفسک ان غرضک  
 ہدایتہم او دفع ظلم عن مظلوم او  
 کنت تتقی مہم و علیک ان تختار  
 من تجالسہ و تصحبہ و یکون معہ  
 انی اخبرک۔ ولا تصاحب کل من  
 تراہ فان صحبۃ اکثر اہل زمانک  
 لضر بدیک و ذیاک قال  
 الحواریون لعیسیٰ علیہ السلام یا  
 روح اللہ من تجالس قال من  
 یذکرکم اللہ رؤیہ و یزیدکم فی  
 العلم منطقہ و یرغبکم فی الآخرۃ  
 عملہ

و یہی ان نسکت عمالا  
 یحبک ولا تتکلم فی الحلال و  
 الحرام بغیر علم فان المفتی علی  
 شہیر جہنم و قد قال اللہ تعالیٰ اِنَّ  
 الَّذِیْنَ یَقْتُرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا  
 یُقْبَلُھُمْ و ایضاً قال و یوم القیمۃ  
 تری الذین کذبوا علی اللہ

و جوههم مسودة

و ينبغي ان تفتنم صحبة العلماء

الربانيين و تاخذ عنهم معالم دينك

و تلالى الزاهدين بل المتعبدين

كثيراً ليعظك اعمالهم و اقوالهم و

اطوارهم و انك ان تظن

بالمؤمنين الاخيراً و عليك ان

تحمل كل ما ترى منهم على

المعامل الصحيحة الحسنة و

عليك بذكر الله عند البلياء

والصبر عليها و عند النعم

فشكر ربك فيها و عند

الطاعة لعلها و عند المعصية

فتركها مخالفة الله عزوجل و

عليك بمطالعة الاخبار الواردة فى

صفات المؤمنين والمتقين

خصوصاً خطبة امير المؤمنين النجاشي

المقاها على همام و قد كتب والدى

العلامة عليها شرحاً جامعاً فعليك

بولتے ہیں تم بروز قیامت دیکھو گے کہ ان کے

چہرے سیاہ ہونگے۔ (العیاذ باللہ)

صحبت علماء و زہاد کا بیان:

علماء ربانین کی صحبت کو غیبت سمجھو اور ان سے

دریغی معلومات حاصل کرو اور زاہدوں بلکہ عام

عبادت گزاروں سے (میل ملاقات رکھو) تاکہ ان

کے اعمال، اقوال اور اخلاق و اطوار سے چند نصیحت

حاصل کرو۔ خبردار! اہل ایمان کے متعلق کبھی بدگمانی

نہ کرو بلکہ ان سے حسن ظن رکھو اور ان کے ہر قول و

فعل کو اچھے محل پر محمول کرو اور بلاء و مصیبت، نعمت و

راحت اور اطاعت و معصیت غرضیکہ ہر حال میں خدا

کو یاد کرو لہذا مصیبت پر صبر اور نعمت پر اس کا شکر کرو۔

طاعت کے کام کو بجا لاؤ اور معصیت کو خوف خدا کی

وجہ سے ترک کرو، نیز مؤمنین و متقین کے اوصاف

میں جو اخبار وارد ہوئے ہیں ان کا ضرور مطالعہ کرو

بالخصوص جناب امیر المؤمنین کا (وہ بے مثال) خطبہ

جو انھوں نے جناب ہمام کی استدعا پر متقین کے

صفات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے جسکی بڑی

جامع شرح میرے والد علام (مثلاً محمد تقی مجلسی) نے

تحریر فرمائی ہے اس کا مطالعہ ضرور کرو (جو بیچ ابلاغہ

میں موجود ہے) ۱۔

۱۔ اسوں کو وہ شرح تا حال زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ (لعل اللہ یحدث بعد ذالک  
امراً) (منہ غشی عند)

بمطالعہ

اظہار حقیقت:

ثم اعلم يا اعي ان ما القيت  
 اليك في هذه الرسالة اخذتها  
 كلها من معادن النبوة و ما اقول من  
 تلقاء نفسي و اياك ان تظن بالوالد  
 العلامة نور الله ضريحه انه كان من  
 الصوفية و يعتقد مسالكهم و  
 مذاهبهم حاشاه عن ذالك و كيف  
 يكون كذالك و هو كان اهل  
 اهل زمانه باخبار اهل البيت عليهم  
 السلام و اعلمهم و اعملهم بها بل  
 كان يسلك مسالك الزهد و  
 الورع و كان في بدو امره يتسمى  
 باسم التصوف ليرغب اليه هذه  
 الطائفة و لا يتحشوا منه فيرو عهم  
 عن تلك الا قابيل الفاسدة  
 و الاعمال المبتدعة و قلدهى  
 كثيراً منهم الى الحق اهذه  
 المجادلة الحسنة و لماراي في

برادران ایمانی کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے  
 جو کچھ (عقائد و حقائق) اس رسالہ میں بیان کیے ہیں  
 وہ سب میں نے معدن نبوت یعنی خاندان رسالت  
 سے حاصل کیے ہیں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا۔  
 خیال رکھنا والد علامہ (عہد ان کی قبر کو مٹا دیا)  
 کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ صوفیوں میں سے  
 تھے اور ان کے مسلک و مذہب پر اعتقاد رکھتے  
 تھے، ہرگز ایسا نہیں بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ  
 وہ تمام اہتمام زمان سے زیادہ اخبار اہل بیت کے  
 ساتھ مانوس تھے، اور سب سے زیادہ عالم ہا مل،  
 بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ زہد و ورع اور پرہیزگاری  
 کے مسلک پر گامزن تھے ہاں البتہ ابتدا میں اپنے  
 آپ کو صوفیت کے نام سے اس لیے موسوم کرتے  
 تھے کہ یہ گروہ ان کی طرف راغب ہو اور ان سے  
 وحشت نہ کرے تاکہ اس حیلے بہانے سے ان کو ان  
 کی اقاویٰ فاسدہ اور اعمال خود ساختہ سے باز رکھ  
 سکیں چنانچہ انھوں نے اس مجادلہ حسنہ سے بہت  
 سے لوگوں کو حق و حقیقت کی طرف ہدایت کی لیکن  
 جب آخر عمر میں انھوں نے دیکھا کہ یہ مصلحت ختم  
 ہو گئی اور مخالفت و طغیان کے نشان بظاہر بلند ہو گئے  
 ہیں اور گروہ شیطان غالب آ گیا ہے اور ان کو یقین  
 ہو گیا کہ یہ لوگ کھلم کھلا دشمن ہیں تو انھوں نے ان



آخر عمره ان تلک المصلحة قد  
ضاعت و رفعت اعلام الضلال  
والظلمان و غلبت احزاب الشیطان  
و علم الهم اعداء الله صریحاً تبرأ  
منهم و کان یکفرهم فی عقائدہم  
الباطلة و انا اعرف بطریقہ و عندی  
مطلوبہ فی ذالک و لیکن ہذا  
آخر ما اردنا ابراہہ فی هذه الرسالة  
و ارجو من فضل الله تعالى ان  
ینفعک بما القیت الیک و التمس  
منک ان لا تنسانی فی مظان اجابة  
الدعاء و لقنا الله و اناک لما یحب  
و یرضی و جعلنا و اناک ممن  
یذکر فتتفعہ الذکرى والسلام علی  
نبی الہدی و آلہ العظماء.

سے بیزاری اختیار فرمائی اور ان کے عقائد باطلہ کی  
وجہ سے ان کی تکفیر بھی فرماتے تھے۔ میں سب لوگوں  
سے زیادہ ان کے طریقہ سے واقف ہوں (لان  
اہل البیت ادروی بما فی البیت) اور اس  
سلسلہ میں میرے پاس ان کے کئی مکتوبات بھی موجود  
ہیں ہم اس رسالہ میں جو کچھ لکھنا چاہتے تھے اس تحریر  
کو اس کا آخر ہونا چاہیے، مجھے خدا کے فضل و کرم سے  
امید کامل ہے کہ میں نے جو کچھ یہاں پیش کیا ہے وہ  
اس سے ضرور تمھیں فائدہ پہنچائے گا۔ تم سے التماس  
ہے کہ اجابت دعا کے اوقات میں مجھے دعائے خیر  
سے کبھی فراموش نہ کرنا (اور یہی اس احقر مترجم  
و شارح کی قارئین کرام سے استدعا ہے۔)

خداوند عالم ہمیں اور تمھیں اپنی پسندیدہ باتوں  
کے بحالانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اور تمھیں  
ان لوگوں سے بنائے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں  
اور نصیحت ان کو فائدہ بھی پہنچاتی ہے۔ درود و سلام  
ہو رشید و ہدایت کے نبی اور ان کی عظیم الشان آل پر  
والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ و  
آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔



مترجم و محشی

حضرت آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد حسین نجفی صاحب کرامت

کے مکتوبات و رسائل و کتب کے تراجم و محشی کے طور پر تالیف و تصنیف فرمائی ہیں۔

۱۔ احسن التعلیقات فی شرح النعمانی و رسائل و کتب و تصنیفات

۲۔ مسائل الشرعیہ فی مسائل و کتب و رسائل و کتب و تصنیفات

۳۔ بیان الفقہ فی المسائل و کتب و رسائل و کتب و تصنیفات